ماہنامہ دختران اسلام لاہور

جون 2024ء

خُدا کو کیوں مانیں ؟
اور
مذہب کو کیوں اپنائیں ؟

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے فکر انگیز خطابات

سیّدہ کائنات علیہا السلام کانفرنس

بعنوان

سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کی حیاتِ مبارک کے مختلف پہلو

فلسفۂ حج

قومی وحدت کی تشکیل میں تحمل و برداشت کی اہمیت

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے 10 برس

اور سانحۂ کے متاثرین انصاف سے محروم

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ کی منہاج القرآن ویمن لیگ UK کے سالانہ ورکرز کنونشن میں شرکت وخطاب

ڈاکٹر فرح ناز (صدر MWL) کی زیر قیادت مراکز العلم پراجیکٹ سے متعلق منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی ٹیم کے اہم اجلاس کی تصویری جھلکیاں

منہاج القرآن ویمن لیگ کے دو رکنی وفد نے سندھ وزٹ کے دوران مختلف اضلاع میں تنظیمی وتربیتی سیشنز کا انعقاد کیا

خواتین میں بیداری شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دختران اسلام لاہور

جلد: 31 شمارہ: 6/ ذوالحج ۱۴۴۵ھ/ جون 2024ء

زیر سرپرستی بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر قرۃ العین فاطمہ

فہرس

اداریہ (وقت کا صحیح استعمال اور شیخ الاسلام کے پند و نصائح)		04
فکرِ شیخ الاسلام خدا کو کیوں مانیں؟ اور مذہب کو کیوں اپنائیں؟	مرتبہ: مریم اقبال	06
سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کانفرنس	رپورٹ: ثناء وحید	14
قومی وحدت کی تشکیل میں تحمل و برداشت کی اہمیت	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	21
عہد نامہ عتیق میں مذکور قصہ آدم و حواؑ اور اقبالؒ	ڈاکٹر زیب النساء سرویا	30
فقہی مسائل: فلسفۂ حج	دارالافتاء منہاج القرآن	39
سانحہ ماڈل ٹاؤن کے 10 برس	نعیم الدین چوہدری	46
منشیات کے خلاف عالمی دن	سعدیہ کریم	52
اعتکاف 2024ء: عصری ضرورت پر اچھوتے موضوعات	ڈاکٹر فرح ناز	58
گلدستہ: عیدالاضحیٰ کا تہوار (گوشت اور خوش ذائقہ پکوان کا دن)	خدیجہ بتول	63
بڑے لوگوں کی بڑی باتیں	جاوید اقبال	69
Electricity Shortfall in Pakistan and Solutions (Sadaf Maqbool)		72

ایڈیٹر

ثناء وحید

ڈپٹی ایڈیٹر

نازیہ عبد الستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ
ڈاکٹر نبیلہ اسحاق، ڈاکٹر شاہدہ مغل
ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصر اللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز
مسز حلیمہ سعدیہ، مسز راضیہ نوید
سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سروایا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم گرافکس: عبد السلام
فوٹوگرافی
قاضی محمود الاسلام

مجلہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کیے جاتے ہیں
ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا

بدلِ اشتراک

قیمت فی شمارہ -/60 روپے

آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ 15 ڈالر

مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ 12 ڈالر

سالانہ خریداری -/700 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info | E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ط اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ط عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ج نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ج اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (التحريم، ٦٦: ٧، ٨)

’’اے کافرو! آج کے دن کوئی عذر پیش نہ کرو، بس تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو کرتے رہے تھے۔ اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور رجوعِ کامل سے خالص توبہ کرلو، یقین ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری خطائیں دفع فرما دے گا اور تمہیں بہشتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں رواں ہیں جس دن اللہ (اپنے) نبی (ﷺ) کو اور اُن اہلِ ایمان کو جو اُن کی (ظاہری یا باطنی) معیّت میں ہیں رسوا نہیں کرے گا، اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کے دائیں طرف (روشنی دیتا ہوا) تیزی سے چل رہا ہوگا وہ عرض کرتے ہوں گے: اے ہمارے رب! ہمارا نور ہمارے لیے مکمل فرما دے اور ہماری مغفرت فرما دے، بے شک تو ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔‘‘

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ.

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کی کوئی دنیاوی تکلیف دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن کی مشکلات میں سے کوئی مشکل حل کرے گا جو شخص دنیا میں کسی تنگ دست کے لئے آسانی پیدا کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے لئے آسانی پیدا فرمائے گا اور جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ (اس وقت تک) اپنے بندے کی مدد کرتا رہتا ہے۔ جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔‘‘

(المنہاج السوی، ص۷۷۹)

خواب

تو ظاہر و باطن کی خلافت کا سزا وار
کیا شعلہ بھی ہوتا ہے غلام خس و خاشاک
مہر و مہ و انجم نہیں محکوم تیرے کیوں
کیوں تیری نگاہوں سے لرزتے نہیں افلاک

(ارمغان حجاز، کلیات، اقبال، ص:۵۵۱)

تعبیر

ہمارے رسول ﷺ کا حکم ہے کہ ہر مسلمان کے پاس قرآن کا نسخہ ہونا چاہیے اور اسے اپنا عالم خود بننا چاہیے (قرآن سے صحیح ہدایت حاصل کرے) لہٰذا اسلام محض عقائد اور ایمان یا رسومات تک محدود نہیں ہے۔ یہ ایک مکمل ضابطہ ہے جو پورے معاشرے کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کو اپنے اصولوں پر کار بند کرتا ہے۔

(عید کا پیغام 8 ستمبر 1945ء)

تکمیل

تحریک منہاج القرآن نے امت مسلمہ کو ایک تحریکی فکر یہ بھی دی ہے کہ وہ اپنے اندر ایسا جو ہر پیدا کریں جس کے سبب ان میں باطل قوتوں کے مقابلے میں ڈٹ جانے اور ان سے ٹکرا جانے کا عزم پیدا ہو اور وہ اس راہ میں پیش آنے والے مصائب و آلام میں استقامت سے کام لیں۔ ایسے لوگوں کو دنیا کا حرص و لالچ نہیں ہوتا۔ وہ بے خوف ہو جاتے ہیں اور اگر وقت کے فرعون ان کی راہ میں خطرات در مصاء کے پہاڑ بھی کھڑے کر دیں تو وہ انہیں ایک پاؤں کی ٹھوکر سے گرا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بڑی سے بڑی قوت سے بھی ٹکرا جاتے ہیں جب یہ مرحلہ آتا ہے تو پھر ان پر اللہ کی مدد و نصرت نازل ہوتی ہے۔

(دختران اسلام، دسمبر 2002ء)

اداریہ

وقت کا صحیح استعمال اور شیخ الاسلام کے پند و نصائح

انسانیت کی خدمت اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و اتباع میں صرف ہونے والا وقت ہی بہترین وقت ہے۔ ہر انسان کی زندگی کے ایام متعینہ ہیں، جس نفس کو جتنی مہلت میسر ہے وہ اس سے ایک ساعت زیادہ یا کم نہیں ہو سکتی۔ عقلمند وہی انسان ہے جو اپنے وقت کا بہترین اور مفید استعمال یقینی بناتا ہے۔ حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اس کھیتی میں آج جو ہم بوئیں گے یوم آخرت وہی کاٹیں گے۔ نفسا نفسی اور مادی ترقی کے اس دور میں انسان اپنی تخلیق کے حقیقی مقاصد فراموش کر بیٹھا ہے۔ ہر شخص خواہ وہ مرد ہے یا عورت اس دنیا کی زیادہ سے زیادہ آسائشیں حاصل کرنے کے لئے اللہ کی دی ہوئی مہلت اور توانائی کا بے دریغ استعمال کر رہا ہے اور دنیاوی آسائشوں کی تلاش میں وہ اس قدر منہمک ہو چکا ہے کہ اُسے آخرت کی یاد بھی بھول گئی ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ مسلمانوں کو ان کی تخلیق کی اصل غرض و غایت یاد کروانے کے لئے منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے دن رات کوشاں ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب حسن اعمال میں انسان کی تخلیق کے اصل مقاصد اور با مقصد روز و شب

گزارنے کے لئے قرآن وسنت کی روشنی میں ایک جامع نصابِ حیات مرتب کیا ہے جسے ہر شخص کو ضرورت مطالعہ کرنا چاہیے۔ شیخ الاسلام لکھتے ہیں عصرِ حاضر میں ایمان کی حفاظت کے لئے کم آمیزی اور خلوت لازمی ہے کیونکہ آج کے مسلم معاشرے میں ایمانی حقائق اور روحانی اقدار کی جگہ مادہ پرستی نے لے لی ہے۔ اس دورِ زوال میں عامۃ المسلمین بالعموم اور نوجوان نسل بالخصوص ذہنی اور فکری طور پر مادہ پرستی کے چنگل میں گرفتار ہو کر دین اسلام سے دور ہے اور اسلامی تعلیمات پر ان کا اعتماد متزلزل ہوتا جارہا ہے۔ سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کی ایجادات نے دستیاب فرصت کو نگل لیا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ کام کاج کے بعد انسان آرام اور غور و فکر سے کام لیتا تھا مگر اب یہ سہولت انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا نے چھین لی ہے۔ غور و فکر اور تدبر کی اقدار و کلچر ختم ہو کر رہ گئے ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ نے اس فتنے سے نسل نو کو بچانے کے لئے شاندار اور پر مغز خطابات کی سیریز عطا کی ہیں۔ ان میں ''مجالس العالم اور ''خدا کو کیوں مانیں؟ اور مذہب کو کیوں اپنائیں؟'' سرفہرست ہیں۔ اپنے وقت کا بہترین استعمال کرنے کے لئے خواتین و حضرات شیخ الاسلام کی ان خطابات کی سیریز سے استفادہ کریں۔ قرآن حکیم جابجا انسان کو تعقل و تدبر، سوجھ بوجھ اور فہم سے کام لینے کی دعوت دیتا ہے۔ خلقت کے اعتبار سے ہر انسان اپنے نفس کا بصیر ہے اور اس کے اندر فجور اور تقویٰ کا شعور بیدار کر کے اچھائی، برائی، نیکی و بدی اور خیر و شر کے درمیان تمیز کرنے کی صلاحیت ودیعت کی گئی ہے لیکن یہ شعور نفس امارہ کے ہاتھوں پسپائی کی راہ اختیار کر چکا ہے۔ شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ نے نفس کے اس فتنہ کے سدباب کے لئے ''حسنِ اعمال'' میں جابجا علم و حکمت کے موتی بکھیرے ہیں ایک جگہ وہ رقم طراز ہیں کہ نفس کی شر انگیزیوں اور جنونی جذبات پر قابو پانا عام دنیادار کے لئے آسان کام نہیں ہے، اس کے لئے خلوت اور کم آمیزی موثر ترین تربیتی اوزار ہیں۔ تحریک منہاج القرآن اسی نہج پر عامۃ الناس کو تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس کے لئے علمی، تربیتی مجالس میں شرکت کے مواقع فراہم کررہی ہے۔ کہیں الہدایہ کی علمی و فکری نشستیں ہیں، کہیں ایگرز کی تربیتی مجالس ہیں، ہیں وائس کے نام سے خدمت انسانیت ہے اور کہیں دختران اسلام کے نام سے شعور و فکر کی بالیدگی ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں فکر و تدبر کے قرآنی منہج پر گامزن ہونے کی توفیق عطا کرے۔

(ایڈیٹر دختران اسلام)

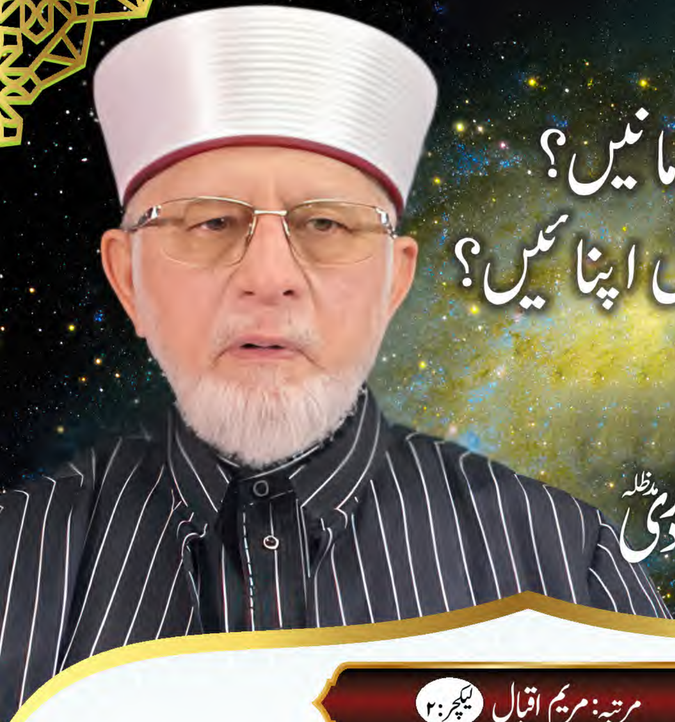

خدا کو کیوں مانیں؟
اور مذہب کو کیوں اپنائیں؟

خصوصی خطاب

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

مرتبہ: مریم اقبال لیکچر: ۲

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ۔ (القصص، ۲۸: ۲۹)

پھر جب موسیٰ (علیہ السلام) نے مقررہ مدت پوری کرلی اور اپنی اہلیہ کو لے کر چلے (تو) انہوں نے طور کی جانب سے ایک آگ دیکھی (وہ شعلۂ حسنِ مطلق تھا جس کی طرف آپ کی طبیعت مانوس ہوگئی)، انہوں نے اپنی اہلیہ سے فرمایا: تم (یہیں) ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید میں تمہارے لئے اس (آگ) سے کچھ (اُس کی) خبر لاؤں (جس کی تلاش میں مدتوں سے سرگرداں ہوں) یا آتشِ (سوزاں) کی کوئی چنگاری (لادوں) تاکہ تم (بھی) تپ اٹھو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک زمانہ حضرت شعیبؑ کے ساتھ گزارنے کے بعد جب واپس پلٹے تو انہیں ایک آگ نظر آتی ہے جس کا پتہ سورہ مریم میں بھی دیا گیا ہے۔

وَنَادَیْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِیًّا۔

اور ہم نے انہیں (کوہِ) طور کی داہنی جانب سے ندا دی اور راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لئے ہم نے انہیں قربتِ (خاص) سے نوازا۔ (مریم، ۱۹: ۵۲)

اگر کوئی سال ہا سال اللہ کی طلب کرے تو اس کو وہ مل جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے فرمایا:

دمِ عارف نسیمِ صبح دم ہے
اسی سے ریشۂ معنی میں نَم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسّر
شبانی سے کلِیمی دو قدم ہے

کہ شبانی سے کلیمی دو قدم ہے بشر طیکہ کوئی شعیب میسر ہو۔

اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی صحبت میں بیٹھا کرو اگر وہ نہیں کر سکتے تو کم از کم ان کی صحبت میں بیٹھا کرو جو اللہ والے ہیں وہ تمہیں سیدھی راہ دکھائیں گے اور جو سیدھی راہ پر ہیں ان کو مضبوط و مستحکم رکھیں گے۔

پہلی صدیوں میں سلف صالحین کا قاعدہ تھا وہ فرماتے تھے کہ جب تم کوئی بات سنتے ہو تو جو سند ہوتی ہے اس کے اندر اس کی حقیقت پوشیدہ ہے، تو دیکھا کرو کہ تم کن سے معلومات اور دین کا علم لینے جا رہے ہو۔ اگر وہ صاحب حق ہوں گے تو تمہیں سیدھا راستہ دیں گے ورنہ وہ تمہیں بھی گمراہ کر دیں گے۔

ہدایت پا کر بھی اس کی مضبوطی کی ضرورت ہوتی ہے۔ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے سورہ محمد میں ہے:

وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پالی تھی۔۔۔ اللہ نے ان کی ہدایت کو اور بڑھا دیا ہے یعنی وہ لوگ پہلے سے موجود ہدایت پر اکتفا کر کے نہیں بیٹھے تھے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا جو لوگ ہدایت پا لیتے ہیں اور پھر اس پر اور طلب کرتے ہیں تو ہم ان پر ہدایت کو بڑھا دیتے ہیں۔ سورہ انفال آیت نمبر ۲ میں فرمایا:

جب کوئی قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے تو اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔

ہدایت ایمان اور اس کا بچاؤ قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے تعلق سے ہے۔ ایمان کے بچاؤ اور ہدایت کیلئے ضروری ہے کہ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے۔

قرآن مجید صحابہ کرام کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان بڑھتا چلا جاتا ہے۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں یہ بات سمجھائی کہ ایمان والوں کو بھی لمحہ لمحہ ایسی ضرورت ہے کہ جس سے ایمان بڑھتا چلا جائے۔

بری صحبت آج کل کے دور میں اور موبائل فون جدید سوشل میڈیا (جدید ٹیکنالوجی) ایمان کی تباہی کا سبب بن رہے ہیں۔ اور اس دور میں ہم اپنی نادانی کی وجہ سے ایسے گروپس اور لوگوں کے ساتھ جڑ جاتے ہیں جو گمراہ ہوتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ایمان کی تباہی ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سال ہا سال وقت گزارا پھر جا کر ہی انہیں روشنی نظر آئی۔

Luxor جو کہ مصر کا ایک شہر ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جو یوسف علیہ السلام کے زمانے سے لیکر بعد کے انبیاء علیہم السلام کا مرکز تھا۔ یہ فراعینِ مصر کا شہر تھا۔ ۱۸۹۸ یعنی ۱۲۶ سال پہلے ایک شخص وہاں گیا اس کا نام Victor Lotr ہے۔ اس علاقے کو بادشاہوں کی وادی (وادی ملوک) کا نام دیا جاتا ہے۔ اس میں اس وقت بھی کھدائی کا عمل جاری تھا۔ نپولین نے جب وہ شہر فتح کیا تھا تو اس نے فراعینِ مصر کی قبروں کی تحقیق کی اور یہ عمل ۱۰۰ سال تک جاری رہا۔ اس شخص نے وہاں کھدائی کی تو اسے ایک لاش ملی۔ تو اس نے اس لاش کو قاہرہ منتقل کیا۔ جب قاہرہ منتقل کیا تو وہ 1898 سے 1907 تک وہیں رہی۔ آج بھی وہیں موجود ہے۔ ایک اور سائنس دان جو اس فیلڈ کا ماہر تھا اس نے اس لاش کے جسم سے غلافوں کو اتارا اور اس کے جسم کا جائزہ لیا اور ۱۹۱۲ میں اس نے ایک کتاب لکھی Royal Mummies. اور اس نے اس کتاب میں اس لاش کا تذکرہ کیا اور کہا کہ وہ نہایت ہی تسلی بخش حالت میں محفوظ تھی۔ حکومت نے اس پر مزید تحقیق کا کہا۔ ایک اور سائنسدان جس کا نام ڈاکٹر مورس Mourice Bucellie تھا اس نے مصری حکومت سے درخواست کی کہ مجھے اور میری ٹیم کو اجازت دی جائے کہ اس کی مزید تحقیقات کی جائیں۔ اس کو جون 1975 میں اس بات کی اجازت مل گئی۔ اس نے ایک کتاب The Bible, The Quran and Science لکھی اور اس نے اس کتاب کے اندر اس کے سینے اور پیٹ کے اندر کی تحقیقات کی گئیں۔ ان تحقیقات کیلئے انہیں فرانس منتقل کیا گیا۔ تحقیقات کے دوران ان کی ریڈیو گرافی سٹڈی کی گئی۔ اور اس تحقیق کے دوران ڈاکٹر مورس ورطہ حیرت میں ڈوب گئے۔ وہ اپنی کتاب کے صفحہ 40 میں لکھتے ہیں کہ یہ شخص فرعون جس کی تلاش کی ہم نے تحقیقات کیں اس کی موت سمندر میں غرق ہو جانے سے سے ہوئی تھی۔ اور پھر اس نے لکھا کہ جب وہ ڈوب رہا تھا تو یہ بھی امکان ہے کہ سمندر میں شدید لہریں تھیں جس میں ہچکولے کھا کھا کے یہ شخص مرا۔ جب تحقیقات نے یہ بات ظاہر کر دی کہ یہ سمندر میں ہلاک ہوا تو اس نے اس بات پہ سر پکڑ لیا کہ اگر یہ سمندر میں ہلاک ہوا تو اس کی لاش غرق ہونے کے بعد کس طرح سے بچ کے باہر آئی۔ وہ بار بار یہ سوال پوچھتا تھا تو اس کے ایک ساتھی نے کہا کہ اس بات کو چھوڑ واتنا نہ پڑھو کیونکہ مسلمان یہی کہتے ہیں کہ ان کی کتاب میں ایسے ہی واقع لکھا ہوا ہے۔ جب اس نے یہ بات سنی تو وہ حیران ہو کر کہنے لگا کہ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ ان کی کتاب میں ہے تو اس پر ڈاکٹر مورس نے یہ کہا کہ مسلمانوں کے قرآن کو یہ بات کس نہ بتائی، وہ کہتا کہ یہ لاش برآمد تو 1898 میں ہوئی ہے اور اس کے بعد 1975 میں یہ پیرس منتقل ہوئی ہے۔ ہم اب اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ سمند میں غرق ہوا تھا تو سمندر سے بچ کر باہر آنے کا تو کوئی ثبوت ہی نہیں ہے۔ تو وہ اس بات کو نہیں مانتا تھا کہ مسلمانوں کی

کتاب کو کس نے بتایا۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس بات کا مسلمانوں کو علم ہو اس نے کہا کہ اس قصے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی ہے تو ان کی کتاب لے آؤ۔ بائیبل کتاب کے باب 14 جس کا عنوان ہے خروج وہ اس نے کھولا۔ بائیبل سے پہلے اس نے انجیل کھولی تو انجیل اس موضوع پر خاموش تھی، اس میں اس کی لاش کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ پھر اس نے بائیبل کھولی اور چیپٹر 14 کی آیت نمبر 28 پڑھی۔ جس میں لکھا تھا کہ پھر پانی پلٹا اور اس نے سب سپاہوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ان میں سے کوئی ایک بھی نہیں بچا۔ یعنی تورات نے یہ لکھا ہے کہ جب فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے گیا تو وہ اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا اور ان میں سے کوئی نہیں بچا۔

ایک اور باب ہے psalm 106 نمبر اس میں آیت نمبر 9,10,11 کو اس نے پھر پڑھا، اور اس میں بھی یہ لکھا تھا کہ جب پانی پلٹا تو ان میں سے کوئی نہیں بچا سب غرق ہو گئے۔

اسی کتاب کے باب 136 میں پھر اس کا ذکر آیا ہے کہ سمندر نے فرعون کو اور اس کی پوری کی پوری فوج کو غرق کر دیا اور کوئی ایک شخص نہیں بچا۔ ڈاکٹر مورس یہ کہتے ہیں کہ تورات تو جگہ جگہ یہ کہہ رہی ہے کہ کوئی بھی نہیں بچا تو وہ یہ کہتا کہ اس کے خیال میں صرف بائیبل ہی ایک ذریعہ ہے اور اس کے مطابق تو سب کچھ غرق ہو گیا تھا، اس فرعون کا کوئی واقعہ یا اس کی لاش سے متعلق کوئی اشارہ کسی تاریخ کی کتاب میں بھی نہیں تھا۔ اس کا سوال یہ تھا کہ یہ تو دریافت ہی 1898 میں ہوئی تھی اور اس کا تذکرہ کہیں نہیں ہے تو مسلمانوں کی کتاب کو یہ بات کس نے بتائی۔ پھر اس نے 1975 میں سعودیہ میں منعقدہ ایک کانفرنس میں شرکت کی اور اس میں اپنا پیپر پڑھا۔ فرعون کی لاش کی دریافت کی خبر ایک بہت بڑی خبر تھی کہ ایک ایسا فرعون ملا ہے جو سمندر میں غرق ہوا تھا۔ اس نے اپنی ریسرچ کے نتائج جگہ جگہ بیان کیے اور اس کی شہرت ہر طرف پھیل گئی۔ سب کے علم میں ایک ہی فرعون تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے گیا تھا لیکن پوری دنیا یہ جانتی تھی کہ وہ سمندر میں غرق ہو گیا تھا۔ اس خبر کے بعد سعودی عرب میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی اس نے بھی اس میں شرکت کی اور اپنا پیپر پڑھا۔ اس کا فوکس یہ تھا کہ جو فرعون غرق ہو گیا تھا اس کی لاش ملی ہے اور اس کا سوال یہ تھا کہ کس طرح اس کی لاش محفوظ ہوئی۔ تو وہاں اس کو اس کا جواب دیا گیا اور سورہ یونس کی آیت نمبر 90,91,92 بیان کی گئیں۔

اور ہم بنی اسرائیل کو دریا کے پار لے گئے پس فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی اور ظلم سے ان کا تعاقب کیا، یہاں تک کہ جب اسے (یعنی فرعون کو) ڈوبنے نے آلیا وہ کہنے لگا: ”میں اس پر ایمان لے

آیا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس (معبود) کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں (اب) مسلمانوں میں سے ہوں۔"

(جواب دیا گیا کہ) اب (ایمان لاتا ہے)؟ حالانکہ تو پہلے (مسلسل) نافرمانی کرتا رہا ہے اور تو فساد بپا کرنے والوں میں سے تھا o

(اے فرعون!) سو آج ہم تیرے (بے جان) جسم کو بچا لیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لئے (عبرت کا) نشان ہو سکے اور بیشک اکثر لوگ ہماری نشانیوں (کو سمجھنے) سے غافل ہیں o

جوں ہی قرآن مجید کی یہ آیت اس کو پڑھ کر سنائی گئیں وہ اپنے جذبات کو قابو رکھتے ہوئے کھڑا ہوا اور بولا

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اور اس نے کہا کہ مجھے اس لاش کی خبر فقط خدا اور قرآن نے دی۔

قرآن مجید نے اس لاش کی خبر 1400 قبل بتائی جب کہ دنیا کو اس کی خبر 1898 میں ہوئی۔ اور 1975 میں اس نے اس بات کو واضح کیا۔ وہ ڈاکٹر جو اس بات پر گواہ ہوا وہ ایک عیسائی تھا جس نے گواہی دی کہ یہ لاش سمند میں غرق ہوئی تھی اس کا سوال یہ تھا کہ سمندر کی موجوں کو یہ خبر کس نے دی۔ اس لاش کو ٹکڑے ٹکڑے نہیں کرنا، اور پھر ان مچھلیوں کو یہ شعور کس نے دیا تھا کہ اس لاش کو نقصان نہیں پہنچانا تو ان سب کو حکم دینے والا اللہ ہے تاکہ بعد میں آنے والے لوگ اس سے عبرت پکڑیں۔

اس نے اس کتاب میں 241 صفحہ میں بھی یہ لکھا تھا کہ یہ اللہ کا امر تھا کہ جتنا بھی زمانہ گزرتا جائے گا اس کی لاش کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔

1988 میں یہی ڈاکٹر مورس سیدی شیخ الاسلام کی دعوت پر ویمبلے ایرینا لندن میں کانفرنس پر تشریف لائے اور اس کانفرنس میں انہوں خطاب بھی کیا اور یہ واقعہ بھی سنایا کہ کیسے انہوں نے خدا کو پایا۔

اللہ کا پتہ جاننے کا طریقہ صرف تحقیق ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں غوطہ زن ہوا جائے۔

رب کو پانے کا طریق قرآن مجید میں غوطہ زنی ہے۔

1978 میں ایک شخص تھے DR. Gary Miller اور ٹورانٹو یونیورسٹی کے پروفیسر تھے۔ اور وہ 1977 تک مسلمان سکالرز سے اسلام کے خلاف مناظرے کرتے تھے۔ اس نے تحقیق شروع کی کہ قرآن مجید میں سے کوئی غلطی نکالوں۔ قرآن مجید کو غلط ثابت کرنے کیلئے ریسرچ کی اور جب ریسرچ ختم ہوئی تو اس نے قرآن مجید کو سچا مان لیا۔

ان کی نظر میں سورہ نحل کی آیت ۶۸ اور ۶۹ آئی۔

وَ اَوۡحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ ۙ

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں (خیال) ڈال دیا کہ تو بعض پہاڑوں میں اپنے گھر بنا اور بعض درختوں میں اور بعض چھپروں میں (بھی) جنہیں لوگ (چھت کی طرح) اونچا بناتے ہیں o

ثُمَّ كُلِیۡ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُكِیۡ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخۡرُجُ مِنۡۢ بُطُوۡنِهَا شَرَابٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ فِیۡهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَكَّرُوۡنَ

پس تو ہر قسم کے پھلوں سے رس چوسا کر پھر اپنے رب کے (سمجھائے ہوئے) راستوں پر (جو ان پھلوں اور پھولوں تک جاتے ہیں جن سے تو نے رس چوسنا ہے، دوسری مکھیوں کے لئے بھی) آسانی فراہم کرتے ہوئے چلا کر، ان کے شکموں سے ایک پینے کی چیز نکلتی ہے (وہ شہد ہے) جس کے رنگ جداگانہ ہوتے ہیں، اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانی ہے o

یہاں تفکر پر بات ختم کی ہے۔ انھوں نے جب یہ آیت پڑھی تو وہ اس بات پر چونک پڑھا کہ ۴ دفعہ ذکر آیا ہے اور چوتھی دفعہ فی میل (صیغہ مونث) استعمال کیا گیا۔ اَنِ اتَّخِذِیۡ، ثُمَّ كُلِیۡ، فَاسۡلُكِیۡ، مِنۡۢ بُطُوۡنِهَا اس کیلئے چونکا دینے والی بات یہ تھی کہ قرآن مجید نے چاروں جگہ صیغہ مونث استعمال کیا ہے۔ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو اس وقت کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ شہد کی مکھیوں کے بھی دو جنس ہوتے ہیں۔ تو قرآن مجید نے مکھیوں کی جنس کا بتایا۔ سائنس کو 1637 میں یہ بات چلی کہ شہد کی مکھیوں میں میل بھی ہے اور فی میل بھی۔ اور یہ بات جب قرآن مجید میں بتائی گئی تو وہ اس تحقیق سے ۱۰۰۰ سال پہلے کا زمانہ تھا۔ Richard Lamnant نے ۱۶۳۷ میں تحقیق کر کے بتایا کہ شہد جمع کرنے والی مکھیاں فی میل ہوتی ہیں۔ اور قرآن مجید نے ۴ دفعہ ۲ آیات میں ذکر کرتے ہوئے یہ بتا دیا تھا کہ شہد جمع کرنے کا کام فی میل مکھیاں کرتی ہیں۔ یقیناً خدا ہی ہے جو ان حقیقتوں کو اپنے نبی ﷺ کو بتا رہا ہے۔

پودوں کے اندر بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں۔ یہ سائنس کو 1694 میں پتہ چلا۔ آج سے ۳۲۸ سال پہلے امریکن سائنس دان نے اس پر تحقیقات کی اور یہ تحقیقات 1900 تک جاری رہیں۔ 1694 سے پہلے کسی کو معلوم نہیں تھا۔ قرآن مجید نے سورہ یٰسین میں فرمایا:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَ مِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ

پاک ہے وہ ذات جس نے سب چیزوں کے جوڑے پیدا کئے، ان سے (بھی) جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود اُن کی جانوں سے بھی اور (مزید) ان چیزوں سے بھی جنہیں وہ نہیں جانتے o

اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی اور بھی تحقیقات ہوں گی۔ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۵۳ میں فرمایا:

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَھْدًا وَّ سَلَکَ لَکُمْ فِیْھَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِہٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی

وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے رہنے کی جگہ بنایااور اس میں تمہارے (سفر کرنے کے) لئے راستے بنائے اور آسمان کی جانب سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعے (زمین سے) انواع و اقسام کی نباتات کے جوڑے نکال دیئےo

نباتات کا یہ علم قرآن مجید نے ۱۴۰۰ سال قبل بتایا جب کہ سائنس کو یہ خبر صرف ۳۰۰ سال قبل ہوئی۔ اور اللہ رب العزت نے فرمایا صرف یہی نہیں ہیں اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جو وقت آنے پر جان جاؤ گے۔

سورہ الذریات میں آیت نمبر ۴۹ میں فرمایا:

وَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ

اور ہم نے ہر چیز سے دو جوڑے پیدا فرمائے تاکہ تم دھیان کرو اور سمجھوo

جسم میں جب 2ہڈیاں ملتی ہیں تو انہیں جوائنٹس کہتے ہیں۔ سائنسدانوں کے مطابق 360جوائنٹس ہیں، 206ہڈیاں ہیں۔ design for ergonomics کے صفحہ 243میں بھی یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کے اندر 360جوائنٹس ہیں۔اس کے علاوہ متعدد سائنسدان یہ بیان کرتے ہیں کہ انسان کے اندر 360جوائنٹس ہیں۔اس کے علاوہ ریسرچ پیپرز میں بھی یہ ہے کہ 360جوائنٹس ہیں۔1900ء تک یہ عدد مختلف تھا۔ فرانس کے سائنسدانوں نے بھی یہ بیان کیا کہ انسانی جسم میں ہڈیوں کے 360جوڑ ہیں۔ سائنس کو یہ بات اب معلوم ہوئی ہے کہ 360جوڑ ہیں۔یہ حقیقت آج سے 1400سال قبل صحیح مسلم شریف کتاب زکوۃ میں حدیث نمبر 1007، سنن ابی داؤد اور احمد بن حنبل اور دیگر کتب میں ہے۔

إِنَّهُ خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلَى سِتِّينَ وَثَلَاثِمِائَةِ مَفْصِلٍ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بنو آدم میں سے ہر انسان کی تخلیق تین سو ساٹھ جوڑوں پر ہوئی۔

ہم تاجدارِ کائنات ﷺ کو سلام پیش کرتے ہیں جو ہمارے پاس اتنا کامل دین لائے ہیں۔

خلاصہ

خدا تک رسائی کا طریقہ، تحقیق ہے اور تحقیق کے لیے انسان کو قرآن مجید میں

غوطہ زنی کرنی پڑتی ہے۔اگر کوئی اُس حسنِ مطلق کی تلاش میں سرگرداں ہو اور اس تلاش کے تمام مطلوبہ تقاضے پورے کرے تو اس کا پتہ لازمی مل جاتا ہے اور اُس تک رسائی نصیب ہوجاتی ہے۔ایمان والوں کو لمحہ بہ لمحہ ایسے اِہتمام کی ضرورت ہوتی ہے جو ان کے ایمان میں اضافے کا باعث بنتی رہے۔ایمان پر جتنی شدت کے حملے ہورہے ہیں، اس کے بچاؤ کے لیے کوشش بھی اتنی شدت کی ہونی چاہیے۔

آج کے دور میں ایمان کو کمزور کرنے کے عوامل بے شمار ہیں۔موبائل فون اس کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ہدایت پا لینے کے بعد بھی ہدایت کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ ایمان کی دولت نصیب ہونے کے بعد بھی ایمان کو پختہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ میری کوشش ہے کہ ملک و ملت اور اُمت کے سرمائے کی مانند اپنے نوجوانوں کو لادینیت کے فتنے سے بچایا جائے اور ان کے اَخلاق و کردار کی حفاظت کی جائے۔ایمان کو حاصل کرنے اور ایمان کو بچانے کےلیے ہماری کوئی شعوری کوشش نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج کی نوجوان نسل بکھرے ہوئے تنکوں کی مانند ہے جسے تھوڑی سی ہوا کہیں بھی لے جا سکتی ہے۔

پہلے شفا خانے ہوتے تھے، اب بد قسمتی سے مرض خانے کھل گئے ہیں۔آن لائن گروپس بن گئے ہیں جنہیں ex-Muslims کا نام دیا گیا ہے۔ وہ دہریت کے online گروپس چلا رہے ہیں، ان کی اپنی زندگیوں میں بے شمار کجیاں ہیں اور وہ خود راہِ ہدایت پر نہیں ہیں۔ایمان کا بچاؤ قرآن کے ذریعے ممکن ہے اور اس بچاؤ کیلئے اچھی سنگت اور صحبت لازم ہے۔القرآن: "وہ لوگ جنہوں نے محنت کر کے ہدایت پالی تھی اللہ نے انہیں مزید ہدایت عطا فرما دی ہے۔"جو رب سے ملاقات رکھتے ہیں، ان سے ملاقات و تعلقات اُستوار رکھنا ہمیں اُس ملاقات کی کچھ تجلیات، اثرات اور کیفیات دیتا ہے۔

سلامتی پانے کے لیے دنیا کو دل سے نکالنا ہوتا ہے۔جس دل سے دنیا نکل جائے گی اس دل میں سلامتی آجائے گی۔اگر آپ اُس سے جڑے رہیں اور دنیا کو بھی اپنے دل میں سموئے رکھیں تو سلامتی نہیں آتی۔اللہ سے ملاقات کے لیے دل کو دنیا سے مستغنی کرنے کی ضرورت ہے۔جب تک دل میں دنیا کا حرص، لالچ، رغبت اور تڑپ قائم رہے گی اور دل دنیا سے جڑا رہے گا، اُس وقت تک وہ مولا سے جڑ نہیں سکتا۔

سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کانفرنس

خصوصی رپورٹ: ثناء وحید

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیراہتمام سالانہ ''سیدہ کائناتؑ کانفرنس'' کا انعقاد کیا گیا۔
خاتون جنت کی شخصیت زہد و تقویٰ، طہارت و پاکیزگی، علم اور جرات و صداقت کا پیکر ہے

سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کانفرنس کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد شان سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا میں مناقب پڑھی گئیں۔ محترمہ سحر عنبرین نے اسٹیج سیکرٹری کے فرائض سر انجام دیئے۔

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیرِ اہتمام منعقدہ فقید المثال سیدۂ کائنات سلام اللہ علیہا کانفرنس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے مہمانانِ گرامی کی آمد پر پھولوں کے گلدستے پیش کر کے خوبصورت استقبال کیا گیا۔

سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کی حیات مبارکہ کے مختلف پہلو

صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری صاحب نے سیدۂ کائنات سلام اللہ علیہا کانفرنس سے خصوصی خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ انسانی تاریخ میں یہ عمل کار فرما رہا ہے کہ اسم کی تاثیر مسمیٰ میں پائی جاتی ہے اور القاب کی

شخصیات کے ساتھ مطابقت نظر آتی ہے۔سیدۂ کائنات سلام اللہ علیہا کے اسما و القاب آپ کی خصوصیات کے آئینہ دار ہیں۔

آپ کا نام فاطمہ اللہ رب العزت کے اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی حقیقی ذریت کو نارِ جہنم سے دور فرما دیا۔آقائے دوجہاں ﷺ سے سیدۂ کائنات کو عطا کردہ لقب زہرا کا حقیقی معنی یہ ہے کہ آپ وہ کلی تھیں کہ جس کے حسن و جمال، تازگی و رعنائی اور عظمت و وقار کو کوئی زوال نہیں۔آپ آقائے دوجہاں ﷺ کی محبوبیت کے باعث ام ابیہا کہلائیں اور آپ کا لقب بتول آپ کے دنیاوی میلانات سے پاک ہو کر فقط مولا کا ہوجانے کی انفرادیت کی عکاسی کرتا ہے۔

آپ نے مزید کہا کہ ایسے لوگ اللہ رب العزت کے مقرب و محبوب بن جاتے ہیں جو اپنی زندگیاں اہل بیت اطہار کی عظمتوں کا چرچا کرنے کے لئے وقف کر دیں۔ اس کانفرنس کے انعقاد کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کے نقشِ قدم پر استوار کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اُن کے خصائص و برکات میں سے کچھ نہ کچھ اپنی زندگیوں میں شامل کریں تاکہ ہماری اُن سے محبت صرف زبان تک نہ رہے بلکہ کردار میں ڈھل جائے۔

فروغ علم اور فروغ دین میں سیدۂ کائنات سلام اللہ علیہا کا کردار

اسلامک اسکالر ،ماہرِ قانون اور معروف ٹی وی اینکر جسٹس ریٹائرڈ نذیر احمد غازی صاحب نے سیدۂ کائنات کانفرنس میں "فروغِ علم اور فروغِ دین میں سیدۂ کائنات سلام اللہ علیہا کا کردار " کے موضوع پر خوبصورت گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ باب مدینۃ العلم کی بانوئے طاہرہ اور مدینۃ العلم کی پاک دختر سَیِّدَۃُ نِساءِ الْعالمین کی شخصیت مسلمان خواتین کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کی خواتین کے لئے مینارۂ نور اور منبع ہدایت ہے اور علم کے تمام سمندر اور قلزم آپ کے گھرانے سے تمام امتوں کو ملے ہیں۔

خاتونِ جنت کی شخصیت زہد و ورع ، تقویٰ و طہارت ، علم و حلم اور جرآت و صداقت کا پیکر ہے۔سیدۂ کائنات مزاج شناس نبوت تھیں اور آپ نے ہمیشہ حضور ﷺ کی اطاعت کی۔آپ سیرتِ نبوی ﷺ کے قالب میں ایسے ڈھلی تھیں کہ گویا خرام ، گفتار ، کردار اور فصاحت و بلاغت میں سراسر شبیہ مصطفیٰ ﷺ تھیں۔

امِ ابیہا سلام اللہ علیہا کی خدمتِ رسالت مآب ﷺ

پرنسپل جامعہ ام الکتاب محترمہ طیبہ نقوی نے امِ ابیہا سلام اللہ علیہا کی خدمتِ رسالت مآب ﷺ کے موضوع پر فکر انگیز گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ سیدۂ کائنات سلام اللہ علیہا کی شخصیت اور سیرت ہمہ گیر اور جامع ہے۔ سیدہ خدیجتہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے وصال کے بعد سیدۂ کائنات نے اپنی والدہ کے کردار کو اپناتے ہوئے آقائے دوجہاں ﷺ کی غم گساری کا فریضہ سر انجام دیا۔ کفار کی طرف سے حضور رحمت عالم ﷺ کو پہنچائی گئی اذیتوں اور مصائب و آلام میں آپ ہر قدم پر رسالت مآب کی مددگار رہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکت کے ساتھ سیدۂ کائنات کے تعلقِ محبت کی نظیر کائناتِ انسانی میں نہیں۔

ہوم اکنامکس یونیورسٹی کی وائس چانسلر ڈاکٹر فلیحہ زہرا کاظمی نے سیدۂ کائنات کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جب سیدۂ کائنات کو خدا نے تخلیق فرمایا تو وہ خود اپنی تخلیق پر نازاں ہوا۔ سیدۂ کائنات "ہل اتی" کا مرکز اور آیۂ تطہیر کا باعث ہیں۔ ام ابیہا کا لقب آپ کے سوا کسی کو نہیں دیا گیا۔ آپ وہ مقدس ہستی ہیں کہ ہم تطہیر کے لفظ کو مخصوصاً آپ کی ذات سے مربوط کر سکتے ہیں۔

اقبال کا ہدیۂ عقیدت بہ حضور سیدۂ کائنات سلام اللہ علیہا
دخترانِ ملت کے لئے مشعلِ راہ

پنجاب یونیورسٹی لاہور کی اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر عظمیٰ زریں نے سیدۂ کائنات کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ منہاج القرآن ویمن لیگ اس شاندار سیدۂ کائنات کانفرنس پر مبارکباد کی مستحق ہے۔سیدۂ کائنات کی شان کا عالم یہ ہے کہ تمام نوری و ناری اُن کے تابع ہیں اور مجھے اس بات پر ناز ہے کہ میری سردار سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔

اقبال کے خوبصورت فارسی اشعار اُن کی سیدۂ کائنات کے لئے بے پناہ عقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔اقبال فرماتے ہیں :

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز
از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز
نور چشم رحمۃ للعالمین
آن امام اولین و آخرین
بانوی آن تاجدار "ہل اتےٰ"
مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا
مادر آن مرکز پرکار عشق
مادر آن کاروان سالار عشق

ترجمہ: حضرت مریمؑ تو ہمیں حضرت عیسیٰؑ سے نسبت کی بنا پر عزیز ہیں جبکہ حضرت فاطمہ الزہرا ایسی تین نسبتوں سے عزیز ہیں۔ پہلی نسبت یہ کہ آپ رحمتہ للعالمینﷺ کی نورِ نظر ہیں، جو پہلوں اور آخروں کے امام ہیں۔دوسری نسبت یہ کہ آپ " ہل اتی " کے تاجدار کی حرم ہیں۔جو اللہ کے شیر ہیں اور مشکلیں آسان کر دیتے ہیں۔ تیسری نسبت یہ کہ آپؓ اُن کی ماں ہیں جن میں سے ایک عشقِ حق کی پرکار کے مرکز بنے اور دوسرے عشقِ حق کے قافلے کے سالار بنے۔

اقبال سیدۂ کائنات کی عقیدت و محبت میں یہاں تک فرماتے ہیں کہ

رشتۂ آئین حق زنجیر پاست
پاس فرمان جناب مصطفیٰ است

ورنہ گرد تربتش گردیدمی

سجدہ ہا بر خاک او پاشیدمی

اللہ تعالیٰ کی قانون کی ڈوری نے میرے پاوں باندھ رکھے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا پاس مجھے روک رہا ہے، ورنہ میں حضرت فاطمہ کے مزار کا طواف کرتا اور اُن کی تربت کی خاک پر سجدہ ریز ہوتا۔

ہندو برادری کی نمائندگی کرتے ہوئے مسز سونیا راج کمار نے سیدۂ کائنات کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے خوبصورت اشعار سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ آپ نے کہا کہ سیدۂ کائنات حضور رحمت عالم ﷺ سے اس قدر والہانہ پیار کرتی تھیں کہ آقائے دوجہاں کے وصال کے بعد غم میں مبتلا ہو کر کچھ عرصے بعد وصال فرما گئیں۔ حضور ﷺ نے اُنہیں اپنے جگر کا ٹکڑا قرار دیا۔ سیدۂ کائنات تمام مذاہب عالم کی عورتوں کے لئے قابل تقلید نمونہ ہیں جنھوں نے اپنے باپ ، شوہر اور اولاد سے وفا کی مثال قائم کر دی اور خواتینِ عالم کو اسوۂ حیات دے دیا۔

عظیم الشان سیدۂ کائنات کانفرنس کے اختتام پر صدر منہاج القرآن ویمن لیگ ڈاکٹر فرح ناز صاحبہ نے معزز مہمانان گرامی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اُن کی شرکت نے اس مجلس کو باکمال اور خوبصورت بنایا۔

ڈاکٹر فرح ناز نے مزید کہاکہ اس سیدۂ کائنات کانفرنس سے ہمیں اپنی زندگیوں کی اصلاح کے لئے اسباق میسر آئے ہیں کہ ہمیں اپنی خواہشات کو پاکیزہ بنانے اور دنیاوی میلانات سے پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی تربیت گاہ ماں کی گود ہے اور ایک عورت کی آغوش میں ہی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

سیدۂ کائنات کا ذکر عبادت کا شوق ، شعور کی روشنی اور کردار کی پختگی عطا کرتا ہے اور ہماری رغبتوں کے دھارے تبدیل کر دیتا ہے۔ سیدۂ کائنات کی زندگی سے ہمیں یہ سیکھنے کو ملتا ہے کے ہم اپنی اولاد کو حقیقت پسند بنائیں تاکہ وہ مصائب و آلام کا سامنا کر سکیں اور اُنہیں ایک فطری زندگی گزارنے کے قابل بنائیں۔

سیدۂ کائنات کانفرنس کا مقصد یہ ہے کہ ہم خاتونِ جنت کے ساتھ محض دعویٰ محبت نہ کریں بلکہ اُن کی سیرت کا عکس ہماری زندگیوں میں سرایت کر جائے۔

SISTERS CYBER TEAM
eagers
الهداية
مصطفوی
Dawah & Training Department
Dawah & Training Department
CYBER
eagers
2024

مصطفوی
CYBER
eagers

ANNUAL
CONFERENCE
woice
ANNUAL
CONFERENCE

2024

ANNUAL
CONFERENCE
ANNUAL
CONFERENCE

قومی وحدت کی تشکیل میں تحمل و برداشت کی اہمیت

ڈاکٹر نعیم انور نعمانی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ۔ (الاحقاف، ۳۵: ۴۶)

"(اے حبیب!) پس آپ صبر کیے جائیں جس طرح (دوسرے) عالی ہمّت پیغمبروں نے صبر کیا تھااور آپ ان (منکروں) کے لیے (طلبِ عذاب میں) جلدی نہ فرمائیں"۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ۔ (لقمان، ۳۱: ۱۷)

"اور صبر کیا کرو ہر مصیبت پر جو تمہیں پہنچے"۔

اسی مضمون کو سورہ النور میں یوں اجاگر کیا۔

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا۔ (النور، ۲۴: ۲۲)

اور ان کا قصور معاف کر دیں اور ان کی غلطی سے درگذر کریں۔

قرآن اور تحمل و برداشت

اہل ایمان کو صبر و تحمل اور عفوو درگزر کی تعلیم دیتے ہوئے سورہ الشوریٰ میں ارشاد فرمایا:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔

"اور یقینا جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ بلند ہمت کاموں میں سے ہے"۔(الشوریٰ، ۴۲: ۴۳)

تحمل و برداشت کے ساتھ دوسروں کو معاف کرنے اور ان کی غلطی کو قبول کرنے اور ان کو نیکی کا حکم دینے کے حوالے سے سورہ الاعراف میں ارشاد فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ۔ (الاعراف، ۷: ۱۹۹)

"(اے حبیبِ مکرّم!) آپ درگزر فرمانا اختیار کریں، اور بھلائی کا حکم دیتے رہیں"۔

سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ (البقرہ، ۲: ۴۵)

"اور صبر اور نماز کے ذریعے (اللہ سے) مدد چاہو"۔

سورہ آل عمران میں ارشاد فرمایا:

اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا۔ (آل عمران، ۳: ۲۰۰)

"صبر رکھو اور آپس میں صبر کی تعلیم دو"۔

وہ لوگ جو صبر، برداشت اور تحمل سے کام لیتے ہیں اور دوسروں کو معاف کر دیتے ہیں ایسے لوگوں کو باری تعالیٰ صابرین کا تکریمی لقب دے کر یوں مخاطب کرتا ہے:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ۔ (آل عمران، ۳: ۱۴۶)

"اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"۔

صبر اللہ کی رضا اور خوشنودی اور اس کی توفیق سے کیا جاتا ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (النحل، ۱۶: ۱۲۷)

"اور صبر کیجیے اور آپ کا صبر کرنا اللہ ہی کے ساتھ ہے"۔

حدیث رسول ﷺ اور خلق تحمل و صبر

رسول اللہ ﷺ نے صبر و برداشت کے حوالے سے ارشاد فرمایا: امام بخاری نے اسے کتاب المفرد میں روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

الصبر مفتاح الفرج۔

صبر کشائش و فراخی کا ذریعہ ہے۔

الصبر والسماحۃ۔

صبر کشائش کی چابی ہے۔

النصر مع الصبر۔

فتح و کامیابی صبر کے ساتھ ہے۔

اگر ہم ان آیات اور احادیث مبارکہ میں غور و فکر کریں تو ہمیں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اسلام قومی وحدت کی تشکیل کے لئے زندگی کے ہر مرحلے پر تحمل و برداشت کی تعلیم اپنے ماننے والوں کو دیتا ہے۔ آج ہماری اجتماعی وحدت، ملی وحدت، قومی وحدت، علاقائی وحدت، خاندانی وحدت، دفتری اور گھریلو وحدت اور ایک عظیم مقصد کے لئے وحدت کی ہر سطح اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم دوسرے افراد کو برداشت کریں، ان کے رویوں کو برداشت کریں، ان کے ساتھ تحمل والا سلوک کریں، ان کے ساتھ صبر و درگذر والا معاملہ کریں، ان کے ساتھ بے پناہ برداشت کا سلوک کریں، یہ برداشت اور تحمل کا عمل اور رویہ ہی خود بخود ایک وحدت کی صورت بنتا چلا جائے گا۔ قومی وحدت کی خاطر صبر و برداشت اگر اس عمل نے فوری نتائج نہ دیئے تو کچھ تاخیر کے ساتھ وہ نتائج ضرور حاصل ہوں گے۔ اس لئے کہ باری تعالیٰ بندوں کے کسی بھی اچھے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔

تحمل و برداشت سنت انبیاء علیہم السلام ہے

اب ہم اگر آیات کا بغور جائزہ لیں تو ہمیں اس بات کی سمجھ آتی ہے کہ تحمل و برداشت کے عمل کو اور خلق کو عالی ہمت پیغمبروں نے اختیار کیا ہے صبر و برداشت وہی اختیار کر سکتا ہے۔ اور جو اپنے اندر ہمت و طاقت اور جرات و شجاعت رکھتا ہو جو اپنے ارادوں اور اپنے عملوں میں مضبوط ہو وہی اس تحمل و برداشت کے رویے کو بآسانی اختیار کر سکتا ہے۔ اس اعتبار سے تحمل و برداشت اور صبر و درگذر کا یہ عمل جملہ انبیاء علیہم السلام کا خلق ہے۔ برداشت و تحمل کے رویے انسان نے خود اپنے اندر پیدا کرنے ہوتے ہیں اور انسان نے ان کو خود اختیار کرنا ہوتا ہے۔ تحمل و برداشت کا رویہ انسان کے اندر کیسے اور کس طرح پیدا ہوتا ہے۔

قرآن حکیم نے اس کا ضابطہ دے دیا ہے۔ یہ دوسرے انسانوں کو معاف کرنے اور ان سے درگذر کرنے سے جنم لیتا ہے۔ جس نے دوسروں کو ان کی غلطیوں پر معاف کرنا اور ان کی خطاؤں پر ان سے درگذر کرنا سیکھ لیا، وہ متحمل مزاج ہو جائے گا۔ وہ قوت برداشت کے عظیم رویے اور عظیم خلق کا حامل ہو جائے گا۔

قرآن نے اپنے ماننے والوں کو یہ تصور دیا ہے کہ اگر تمہاری زندگی میں کوئی مصیبت، آفت، تکلیف، پریشانی اور غم آئے تو اس مصیبت و آفت کو صبر کی قوت سے برداشت کیا جاتا ہے اور اس مصیبت کی گھڑی کو ہر لمحہ صبر کے ذریعے برداشت کرنے کی التجاء کی جاتی ہے۔ مصیبت کو صبر کی طاقت سے برداشت کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور حل ہی نہیں ہے۔

صبر و تحمل اور برداشت انسان کے لئے اللہ کی بارگاہ سے مدد و نصرت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ جب کوئی بندہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتا ہے تو یہ عمل بذات خود اس کے لئے فراخی رزق کا باعث بن جاتا ہے اور ہر میدان میں اس کے لئے کامیابی و کامرانی کی نوید لے کر آتا ہے۔

تحمل و حلم کے اخلاق اور ان کا مفہوم

اب ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی اخلاق میں سے تحمل و برداشت کے حوالے سے "حلم" کیا ہے۔ صبر کیا ہے۔ خود تحمل کیا ہے اور عفو کیا ہے۔ یاد رکھئے حلم کا تصور یہ ہے کہ حلم انسانی خلق کی ایک ایسی حالت کا نام ہے جو اسباب محرکہ کی موجودگی میں ثابت اور برقرار رہے اسے حلم کہتے ہیں اور اسباب محرکہ سے مراد وہ اسباب ہیں جو عفو دلانے والے ہوں جو انسان کو طیش لانے والے ہوں جو انسان کو رنج پہنچانے والے ہوں۔ جن کی وجہ سے انسان اپنا شدید منفی رد عمل دیتا ہے، انسان کو سب و شتم کیا جارہا ہو، انسان کو ذہنی اذیت اور جسمانی تکلیف دی جارہی ہو، ان سارے عوامل کے باوجود اگر کوئی شخص منفی رد عمل نہ دے بلکہ ان سارے معاملات اور واقعات کو دل کی مضبوطی اور عمل کی درستگی کے ساتھ برداشت کرلے تو اس کو حلیم الطبع کہتے ہیں اس کو حلم والا کہتے ہیں اور اس کو حلیم مزاج رکھنے والا کہتے ہیں۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، قاضی عیاض مالکی، مکتبہ حنفیہ لاہور، ج ۱، ص ۱۰۹)

اسلام میں صبر و برداشت کا تصور

اب اس کے ساتھ ہم دوسرا لفظ صبر لے لیتے ہیں۔ صبر کیا ہے؟ صبر کا لغوی معنی رکنا اور روکنا ہے۔ صبر میں ایک انسان اپنے دل کو گریہ زاری سے اور زبان کو شکوہ و گلہ کرنے سے اور پورے اعضاء اور جسم کو بے قرار ہونے اور مضطرب ہونے سے روکتا ہے۔ پس انسان کا یہی عمل خلق صبر بن جاتا ہے اور جس فرد میں یہ خلق صبر کا عمل پایا جاتا ہے اسے ہم بلا جھجک صابر کہتے ہیں۔

محقق دوانی صبر کی تعریف کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ صبر کا معنی ہے خواہشات سے مقابلہ کرنا تاکہ ان خواہشات کو رفع کرکے لذات قبیحہ کے استعمال سے انسان کو روکا جائے۔ گویا بری خواہشات سے نفس کو روکنا اور اچھی اور نیک خواہشات پر نفس کو ثابت قدم کرنا یہ صبر ہے۔ جس

انسان نے خود کو بری خواہشات سے روک لیا وہ صابر ہے اور جس انسان نے خود کو بری خواہشات پر قائم کر لیا اور ان کو اختیار کر لیا وہ فاجر ہے۔ (مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، غلام رسول چیمہ، علم و عرفان پبلشرز، ص ۳۷۸)

متحمل مزاج ہونے کا مفہوم

اب اس کے بعد آگے ہم لفظ تحمل کا معنی و مفہوم جانتے ہیں کہ تحمل کیا ہے۔ اسلام میں صفت تحمل کیا ہے اور خلق تحمل کی پہچان کیا ہے؟

تحمل انسان کے اندر بردباری کی ایک ایسی حالت کا نام ہے جو مصائب و آلام کے وقت اپنی جان کو منفی رد عمل دینے سے روک لے اور ان مصائب و آلام کو برداشت کرے۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، قاضی عیاض مالکی، ص ۱۰۹)

گویا تحمل انسان کے اندر بردباری کا نام ہے اور اس بردباری کی وجہ سے انسان مصائب و آلام، تکالیف و پریشانیوں کو برداشت کرتا ہے اور ایسی حالت مصیبت میں کوئی خلاف شرع کام نہیں کرتا۔ یہی کیفیت انسان کے اندر تحمل کی خوبی اور خلق پیدا کرتی ہے۔

عفو و درگذر کا مفہوم

اب ان ہی الفاظ کے ساتھ ملتا جلتا مگر ایک بڑا واضح تصور رکھنے والا لفظ عفو کا ہے۔ عفو کیا ہے۔ کسی کو معاف کرنا۔ کسی کو معاف کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ عفو کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ عفو اس حالت کو کہتے ہیں جو بدلہ لینے کے وقت بدلہ کو ترک کر دے یعنی معاف کر دے۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، قاضی عیاض مالکی، ص ۱۰۹)

گویا عفو یہ ہے کہ کسی سے بدلہ لینے کی طاقت کے باوجود بدلہ نہ لیا جائے، بدلہ لینے کے عمل کو ترک کر دیا جائے اور اس کے برے اور مجرمانہ فعل پر اس کو معاف کر دیا جائے تو اسے عفو کہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا خلق تحمل و برداشت

رسول اللہ ﷺ کا تحمل و برداشت، حلم اور صبر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ساری حیات طیبہ میں اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا۔ کسی نے آپ کی ذات اقدس کے ساتھ ناروا سلوک کیا تو آپ نے اس سے انتقام اور بدلہ نہیں لیا بلکہ اسے معاف بھی کر دیا اور اس کے حق میں دعائے خیر بھی کر دی۔

اس لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور متفق علیہ حدیث روایت ہوئی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

جب کبھی رسول اللہ ﷺ کو دو باتوں میں سے کسی ایک بات پر اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے آسان کو پسند کرتے یہاں تک وہ گناہ نہ ہوتی ہاں اگر گناہ کی بات ہوتی تو اس سے آپ لوگوں کی نسبت بہت دور ہوتے اور آپ ﷺ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے انتقام نہ لیا۔ سوائے اس کے وہ حدود الٰہی کی بے حرمتی کرے تب آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی حدود کے لئے بدلہ لیتے ہیں۔ (صحیح بخاری، ۲٦/۸، صحیح مسلم، ١٨١٣/٤)

رسول اللہ ﷺ کا اپنی جان کے دشمنوں کا معاف کرنا

اسی طرح یہ روایت بھی صحیح مسلم اور دلائل النبوۃ للبیہقی میں آئی ہے کہ ایک شخص جس کا نام غوث بن حارث تھا اس نے رسول اللہ ﷺ کو بے خبری میں قتل کرنے کا ارادہ کیا حتی کہ ایسے لوگوں کو بھی معاف کر دیا جنہوں نے زہر دے کر قتل کرنا چاہا۔ اور آپ ﷺ اس وقت ایک درخت کے نیچے آرام کر رہے تھے۔ آپ کی آنکھ کھلی تو دیکھا ایک شخص تلوار سونت کر کھڑا ہے اور وہ آپ سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا کہ اب کون تم کو میری تلوار سے بچائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ۔ یہ سننا ہی تھا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس تلوار کو اٹھا لیا اور اب اس سے آپ مخاطب ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا بتاؤ اب کون تجھ کو میرے وار سے روکے گا۔ اس نے کہا۔ آپ ﷺ نے مجھے اچھی طرح پکڑ لیا ہے اور آپ مجھ پر رحم فرمائیں گے پس آپ ﷺ نے اس سے درگذر کرتے ہوئے اسے معاف کر دیا۔ اس کے بعد وہ شخص اپنی قوم میں واپس گیا اور اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہنے لگا میں ایک ایسے شخص کو مل کر آ رہا ہوں جو تمام لوگوں سے بہتر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی جان کے دشمنوں کو معاف کیا حتی کہ ایسے لوگوں کو بھی معاف کر دیا جنہوں نے آپ کو زہر دے کر قتل کرنا چاہا اور یہاں تک کہ انہوں نے اعتراف جرم بھی کر لیا پھر بھی آپ نے اپنی شان عفو و درگذر کے ذریعے اسے معاف کر دیا۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں یہ واقعہ آیا ہے کہ ایک یہودی عورت نے رسول اللہ ﷺ کے کھانے، بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا تھا اور اس نے اپنے اس جرم کا اعتراف بھی کر لیا تھا مگر چونکہ یہ معاملہ رسول اللہ ﷺ کی اپنی ذات سے متعلق تھا تو آپ ﷺ نے اس عورت کو معاف کر دیا۔ (صحیح بخاری، کتاب الھبۃ العبۃ، ١٤٣/٣) (صحیح مسلم، ١٧٢١/٤)

اسی طرح ایک شخص لبید بن الاصم تھا یہ وہ شخص تھا جس نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا تھا اور اس کے اس جادو کو بے اثر کرنے کے لئے معوذتین کا نزول ہوا، اس شخص کو آپ ﷺ نے معاف کر دیا تھا۔ اس کا کوئی مواخذہ نہیں کیا باوجود اس کے کہ آپ کو علم یقینی، وحی کے ذریعے تمام حالات کا علم ہو گیا تھا اور آپ نے اس پر عتاب تک نہ فرمایا چہ جائیکہ آپ اس کو سزا دیتے۔ (سنن نسائی، ۱۱۳/۷/مسند امام احمد بن ۳۶۷/۴)

ان احادیث مبارکہ پر جب ہم غور و فکر کرتے ہیں کہ آرام کی حالت میں درخت کے نیچے آنے والا قاتل یہودی قاتل عورت اور قاتل جادوگر رسول اللہ ﷺ نے ان سب پر قدرت اور مکمل طور پر ان کو اپنے قابو میں کر لینے اور ان کے جرم کے ثابت ہونے اور انہیں اپنے اعتراف جرم کے باوجود آپ نے صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے اور عفو و درگذر کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان مجرموں کو معاف کر دیا اور تاریخ سیرت میں ایسے بے شمار واقعات ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی شان عفو و درگذر کے ذریعے لوگوں کو معاف کیا اور آپ کا یہ معاف کرنے کا عمل ہی ان کے لئے ہدایت کا باعث بن گیا۔ اسلام قبول کا سبب کردار اسلام ہے۔

جس طرح کہ حضرت زید بن سعنہ کا اسلام قبول کا واقعہ یوں ہے کہ زید بن سعنہ اسلام قبول کرنے سے قبل رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور آپ سے اپنے قرض کی واپسی کا تقاضا کرنے لگا اور آپ ﷺ کے کپڑے کو آپ ﷺ کے کندھوں سے کھینچ لیا اور کپڑے کو اکٹھا کر کے پکڑ لیا اور اسے کھینچنا شروع کیا اور انتہائی سخت زبان سے کلام کیا اور یہاں تک کہہ دیا اے عبدالمطلب کے فرزند تم دیر کرنے والے اور (معاذاللہ) وعدہ خلاف ہو۔

حضرت عمر فاروق نے یہ صورت حال دیکھی تو ان سے رہا نہ گیا آپ نے اس کو جھڑک دیا اور اس سے سخت کلام کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کو مخاطب کیا اور فرمایا تم اس کے قرض کو ادا کرنے کے لئے حسن ادا کی بات کہتے اور اس کو اپنا قرض مانگنے کے لئے "حسن تقاضا" (اچھے انداز میں قرض واپس کرنے) کی بات کہتے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس کے قرض کو واپس کرنے کی مدت میں ابھی ایک تہائی وقت باقی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو حکم دیا کہ اس کا سارا مال ادا کر دو اور اس کو مزید 20 صاع زیادہ دو کیونکہ تم نے اسے خوفزدہ کیا ہے۔

یہی سارا واقعہ زید بن سعنہ کا قبول اسلام کا سبب بن گیا اس لئے زید بن سعنہ کہنے لگا میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھ کر ساری علاماتِ نبوت کو جان لیا تھا۔ صرف دو علامتیں ابھی باقی تھیں۔ میں نے ان کو ابھی پر کھا نہ تھا۔ وہ یہ کہ آپ ﷺ کا حلم آپ کے امی ہونے پر بڑھ جائے گا اور آپ کے امی ہونے کی شان آپ ﷺ کے حلم کو اور زیادہ کر دے گی۔ سو میں نے ان علامتوں کو بھی آزما لیا ہے اور میں نے آپ کے اندر ان ساری علامات نبوت کو ویسے ہی پایا ہے جیسا میں نے کتب سماویہ میں ان کو پڑھا تھا۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم ۹۱/ مجمع الزوائد ۲۳۳۱/۸) (دلائل النبوۃ للبیہقی ۲۷۸/۶)

یہ ساری علامات نبوت دیکھ کر حضرت زید بن سعنہؓ آپ کے خلق تحمل و برداشت کی وجہ سے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

تحمل و برداشت کا خلق اور دشمنوں کیلئے بھی رحمت

اسی طرح ایک اور واقعہ حضرت انسؓ سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا آپ ﷺ نے ایک حاشیہ دار چادر اوڑھی ہوئی تھی ایک اعرابی آیا اس نے انتہائی قوت و شدت اور سختی سے اس چادر کو کھینچا یہاں تک اس چادر کے سختی اور شدت کے ساتھ کھینچنے کی بنا پر آپ گردن مبارک پر اس کی رگڑ کے آثار ظاہر ہو گئے پھر اس عمل کے بعد وہ اعرابی رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہوا اور یوں کہنے لگا اے محمد ﷺ میرے ان دو اونٹوں پر وہ مال جو تمہیں خدا نے دیا پر وہ فوراً لاد دو کیونکہ یہ مال نہ تمہارا ہے اور نہ تمہارے باپ کا ہے۔

رسول اللہ ﷺ اس کی اس قدر گستاخانہ بات اور اتنے شدید بدتمیزانہ انداز تخاطب کو سننے کے باوجود خاموش رہے اور آپ ﷺ نے اس اعرابی کی بات کے جواب میں صرف اتنا فرمایا ہاں مال سارے کا سارا اللہ ہی کا ہے میں تو اس کا صرف بندہ ہوں۔ آگے فرمایا: اے اعرابی تم سے اس کا بدلہ لیا

جائے گا۔ جو تم نے میرے ساتھ سلوک کیا ہے۔ اس نے کہا نہیں، ایسا نہیں ہو گا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کس سبب سے تم سے بدلہ نہیں لیا جائے گا؟

اس اعرابی نے کہا اس لئے کہ کسی سے اپنی ذات کے لئے بدلہ لینے کی آپ ﷺ کی عادت کریمہ ہی نہیں ہے اور آپ ﷺ کی شان برائی کا بدلہ برائی سے دینے کی نہیں ہے۔ اس اعرابی کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرا پڑے اور فرمایا اس اعرابی کے ایک اونٹ کو جو سے اور دوسرے کو کھجور سے لادو۔ (صحیح بخاری ۱۲۶/۷/ صحیح ۷۳۱/۲)

خلاصہ کلام

ہمیں آج اپنی قومی، ملی اور ملکی وحدت کو اور ایک پاکستانی قوم ہونے کی وحدت کو تحمل و برداشت کے رویوں کے ذریعے تشکیل دینا ہو گا اور عفو و درگذر کے رویوں کے ذریعے اسے مستحکم کرنا ہو گا۔ تحمل و برداشت اور صبر و درگذر کے خلق کی آج ہماری قوم کو شدید ضرورت ہے۔ انسانی خلق میں سے تحمل و برداشت اور صبر و درگذر کا خلق یہ جہاں جہاں پایا جائے گا وہاں افراد آپس میں محبت و مودت کے ساتھ اپنی زندگی گزاریں گے۔ اس تحمل و برداشت کے رویے اور خلق کی ضرورت آج ہماری قومی زندگی کو بھی ہے۔ ہماری انفرادی زندگی کو بھی ہے آج اس کی ضرورت ہماری تجارتی زندگی کو بھی ہے اور ہماری دفتری زندگی کو بھی ہے۔

تحمل و برداشت کے رویے اور خلق کی ضرورت آج ہماری معاشرتی زندگی کو بھی ہے۔ ہماری سماجی زندگی کو بھی ہے ہماری مذہبی زندگی کو بھی ہے۔ ہماری سیاسی زندگی کو بھی ہے، ہماری معاشی زندگی کو بھی ہے اور ہماری گھریلو اور خاندانی زندگی کو بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت اقدس سے آپ کے اس خلق تحمل و برداشت اور صبر و درگذر کو اپنی زندگیوں میں اپنانا ہے۔ اس کے بارے میں قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب، ۳۳: ۲۱)

”فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے۔“

باری تعالیٰ ہماری سیرت کو رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی روشنی عطا فرمائے اور ہمارے خلق کو خلق رسول اللہ ﷺ سے آشنائے فرمائے۔ آمین

عہد نامہ عتیق میں مذکور قصہ آدم و حوا اور اقبالؒ

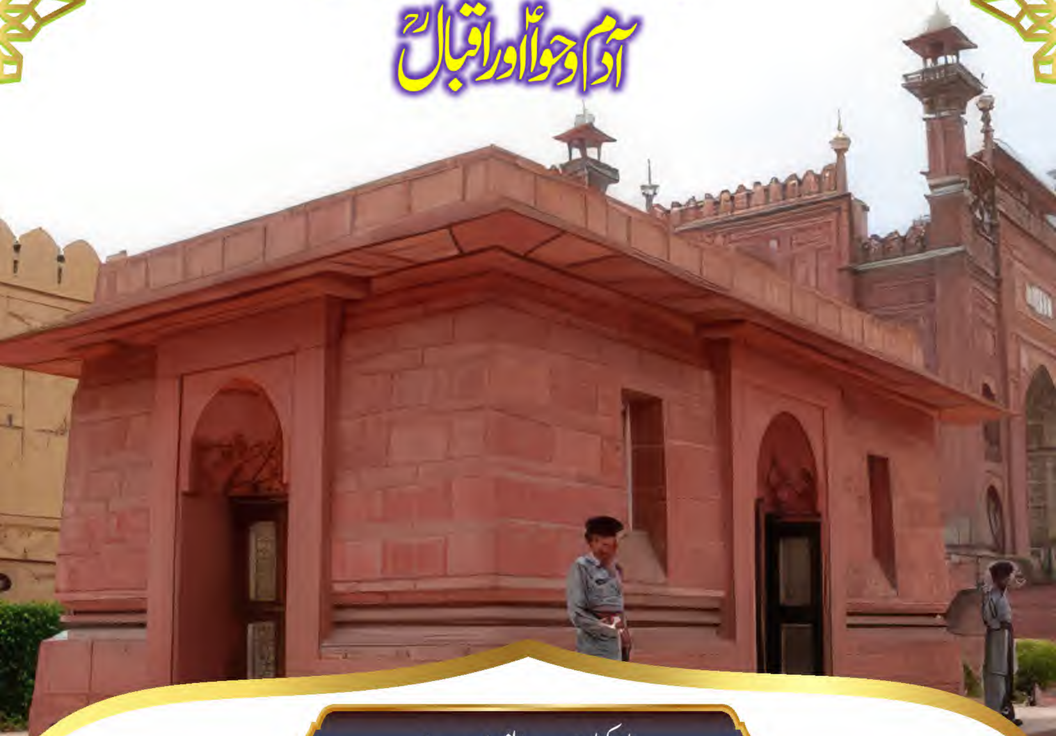

ڈاکٹر زیب النساء سرویا

تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ کے سلسلے کے تیسرے خطبے میں اقبال نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے اسلامی تصور پر روشنی ڈالتے ہوئے فلسفہ مذہب کا ایک دیرینہ مسئلہ اٹھایا ہے کہ خالق کائنات کے قادر مطلق اور خیر کل ہونے پر ایمان کے ساتھ ساتھ کائنات میں شر کے وجود کی توجیہہ کس طرح کی جائے۔ وہ اس مسئلہ کا حل قرآنی تعلیمات کی روشنی میں یہ بتاتے ہیں کہ قرآن کی تعلیم رجائیت و قنوطیت کی بجائے ترقی و اصلاح پذیری ہے جو ایک مائل بہ وسعت کائنات کا اثبات کرتی ہے اور یہ امید رکھتی ہے کہ بالآخر انسان کو شر پر فتح حاصل ہو گی۔

اس مسئلہ کی بہتر تفہیم کے لیے اقبال نے قصہ آدم و حوا کی طرف رجوع کیا ہے۔ اس قصے کو تمثیلی و علامتی جان کر انھوں نے جو تاویل و تعبیر کی ہے وہ خود اپنی جگہ ندرت اور انوکھے پن کی وجہ سے توجہ کے قابل ہے۔ اس ضمن میں اقبال نے ہمیں قرآن کے عمل تقلیب کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ ہبوطِ آدمؑ کے قصہ میں قرآن مجید نے قدیم علامات کو بعینہ برقرار رکھا ہے لیکن نفسِ مضمون میں بہت کچھ بدل دیا جس سے اس کے اندر ایک نئے معنی پیدا ہو گئے ہیں۔

اقبال کے اس موقف کو تسلیم کرنے میں ہمیں تامل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ قرآن میں عاد و ثمود کا ذکر ہو یا بنی اسرائیل کا، حضرت ابراہیمؑ و حضرت عیسیٰؑ کا ذکر ہو یا فرعون و نمرود کا، حضرت خضرؑ و اصحاب کہفؑ کا ذکر ہو یا حضرت سلیمانؑ و ملکہ سبا کا، کہیں کوئی چیز بطور قصہ ترتیب سے کڑی در کڑی نہیں ملتی۔ مثلاً عہد نامہ عتیق میں بنی اسرائیل کی تاریخ کے پس منظر میں واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات یوم میں زمین آسمان تخلیق کرنے کے بعد زمین کی مٹی سے انسان بنا کر اس کے نتھنوں میں دم پھونکا اور اسے جیتی جان کیا۔ اس کی خوراک کے لیے ہر طرح کے درخت اگائے۔ باغ کے وسط میں شجر حیات اور نیک و بد کی پہچان کا درخت اگایا اور ان کو سیراب کرنے کے لیے مختلف چشمے نکالے پھر انسان کو حکم دیا کہ وہ ہر درخت کا پھل کھا سکتا ہے سوائے نیک و بد کے درخت کے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو مختلف اشیا کے نام سکھائے۔ اس کے بعد اس پر گہری نیند طاری کر کے اس کی پسلیوں سے ایک پسلی نکال کر عورت تخلیق کی اور اسے آدمؑ کے سپرد کر دیا۔

آدم اور اس کی بی بی جنت میں رہنے لگے۔ سانپ نے انھیں درمیان والے درخت کا پھل کھانے پہ اکسایا۔ دونوں نے پھل کھا لیا اور دونوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ دونوں نے عریانی محسوس کی اور انجیر کے پتوں کو سی کر اپنے لیے لنگیاں بنائیں۔ خداوند کو معلوم ہوا تو اس نے فرمایا:

چونکہ تو نے اپنی بیوی کی بات مانی اور اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا اس لیے زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ محنت کے ساتھ تو اپنی زندگی کے تمام ایام اس سے کھائے گا۔

پھر خداوند نے کہا کہ یہ نیک و بد کی پہچان میں میری مانند ہو گیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شجر حیات سے کچھ کھا کر ہمیشہ کے لیے جیتا رہے۔ اس لیے خداوند نے اس کو باغِ عدن سے باہر نکال دیا اور باغ

عدن کے مشرق میں اس نے کاروبیم کو شعلہ زن اور برق فشاں تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے رکھا کہ شجر حیات کی راہ نگہبانی کرے۔

اقبال نے قادر مطلق پر ایمان کے ساتھ ساتھ شر کی توجیہہ کے حوالے سے قصہ آدمؑ و حواؑ کا ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ قدیم ادب میں ھبوطِ آدمؑ کے قصے کی کئی شکلیں ملتی ہیں جن کی تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں لیکن جہاں تک سامی شکل میں اس روایت کا تعلق ہے اس کا جائزہ لینے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابتدائی دور کی زندگی کے مصائب سے پریشان ہونے کی وجہ سے زندگی کے متعلق ایک ایسا نظریہ اختیار کرلیا گیا جس پر یاس اور قنوطیت کا غلبہ تھا۔اس کے بعد اقبال نے قدیم بابل کے کتبے کا ذکر کیا ہے۔کتبے میں سانپ (جو آلہ تناسل کی تمثیل ہے) درخت اور عورت۔ مرد کو سیب نذر کررہی ہے۔ سب ہی موجود ہیں۔یہاں یہ کہنا لاحاصل ہوگا کہ اس قصے کا اشارہ کس طرف ہے۔ مسرت اور سعادت کی ایک فرض کی گئی حالت سے انسان کے اخراج کی طرف مرد وزن کے سب سے پہلے جنسی فعل کی سزا میں۔ اقبال نے جس تصویر کا حوالہ دیا ہے اس کے مطابق وہ تصویر میں سیب کو عورت کی عصمت اور سانپ کو لنگم کی علامت قرار دیتے ہیں۔اس پس منظر کے بعد قرآن نے قصے کو نئے معنی پہنا کر پیش کیا ہے۔اس قصہ کے حوالے سے قرآن اور بائبل کی تعلیمات کا موازنہ کیا ہے اور درج ذیل نکات واضح کیے ہیں:

ا۔ جب ہم قرآن مجید کی تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں تو اس میں حواؑ کا آدمؑ کی پسلی سے پیدا ہونے اور سانپ کا ذکر حذف کردیا گیا ہے۔ مراد یہی ہے کہ اس قصے کو جنسی ماحول سے علیحدہ کردیا جائے اور ساتھ ہی اس یاس وناامیدی کے نظریے کی نفی کی جائے جو روایتاً پہلے سے موجود تھا اور قرآن کا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ قصے سے اس کی دلچسپی تاریخی پہلو سے نہیں جیسا کہ بائبل کا منشا رہا ہے۔اقبال کہتے ہیں کہ قرآن نے آدمؑ اور اس کی بیوی کے وجود میں لائے جانے کا ذکر بہشت میں کیا ہے، وہ یہ دنیا بھی ہوسکتی ہے۔اس کے علاوہ قرآن حکیم میں جہاں کہیں بھی انسان کے وجود کا ذکر ملتا ہے، اس کے لیے لفظ ""بشر"" یا ""انسان"" استعمال کیا گیا ہے۔آدمؑ کا لفظ اگر استعمال ہوا ہے تو اس مفہوم کو واضح کرنے کے لیے کہ انسان کے اندر نائب الٰہی بننے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔آدمؑ کا لفظ حذف کیے بغیر اس کا اشارہ کسی مخصوص انسان کی طرف نہیں بلکہ اس کی حیثیت ایک تصور یا خیال کی ہے جیسا کہ قرآن کی اس آیت سے واضح ہوتا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ۔ (الاعراف،۷: ۱۱)

"" اور بے شک ہم نے تمہیں (یعنی تمہاری اصل کو) پیدا کیا پھر تمہاری صورتگری کی (یعنی تمہاری زندگی کی کیمیائی اور حیاتیاتی ابتداء و ارتقاء کے مراحل کو

آدم (علیہ السلام) کے وجود کی تشکیل تک مکمل کیا) پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔"

۲۔ اقبال کا خیال ہے کہ قرآن آدمؑ و حواؑ کے قصے کو دو الگ الگ واقعات میں تقسیم کر دیتا ہے۔ ایک واقعہ محض الشجر سے متعلق ہے اور دوسرے کا تعلق حیات ابدی اور لازوال حکومت کے درخت سے ہے۔ ان کے خیال میں پہلا واقعہ سورہ الاعراف میں اور دوسرا سورہ طٰہٰ میں ملتا ہے۔ قرآن مجید کی معلومات کے مطابق شیطان نے آدمؑ اور اس کی بیوی دونوں کو بہکایا اور انھوں نے مل کر شجر ممنوعہ کا پھل کھالیا لیکن عہد نامہ عتیق کے مطابق جیسے ہی آدمؑ نافرمانی کے جرم کا مرتکب ہوا اسے باغ عدن سے نکال دیا گیا اور شجر حیات تک انسانی رسائی نہ کر سکے، پہرے بٹھا دیئے گئے۔

۳۔ عہد نامہ عتیق کے مطابق دنیا میں آدمؑ کا نزول اس کی اسی نافرمانی کے نتیجے میں ہوا اور آدمؑ نے زمین کو موردِ الزام ٹھہرایا جبکہ اس کے برعکس قرآن حکیم کے نزدیک وہ انسان کے لیے رہنے کا مقام ہے۔ آرام گاہ ہے اور متاع ہے جس کے لیے اسے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ (الاعراف،۷: ۱۰)

" اور بے شک ہم نے تم کو زمین میں تمکّن و تصرّف عطا کیا اور ہم نے اس میں تمہارے لیے اسبابِ معیشت پیدا کیے، تم بہت ہی کم شکر بجا لاتے ہو۔"

جس جنت میں آدمؑ و حواؑ کو پہلے رکھا گیا اس کے متعلق اقبال کا خیال ہے کہ وہ جنت نہیں جو نیکوں کے لیے مستقل قائم کی جائے گی بلکہ قصہ کی جنت سے اسی ارضی زندگی کا ایک دور مراد ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہبوطِ آدمؑ کا ذکر کیا ہے تو یہ بتانے کے لیے ہیں کہ اس کرۂ ارض پر اس کا ظہور کیسے اور کس طرح ہوا؟ اس کے پیش نظر انسانی زندگی کا وہ ابتدائی دور ہے جس میں ابھی انسان بھی اپنی ماحول سے مانوس نہ ہوا تھا یعنی اسے نہ تو اپنی کمزوری کا احساس تھا اور نہ ہی محتاجی کا۔ اس نے اپنے ماحول کو بہتر بنانے کے لیے کوشش شروع کی اور تہذیب انسانی کی بنیاد رکھی۔ لہذا ہبوطِ آدمؑ سے مراد اخلاقی پستی نہیں بلکہ شعورِ ذات ہے، وہ رقمطراز ہیں:

"مختصراً یہ کہ ہبوط کا اشارہ کسی اخلاقی پستی کی طرف نہیں اس کا اشارہ اس تبدیلی کی طرف ہے جو شعور کی صاف اور سادہ حالت میں شعور ذات کی پہلی جھلک سے اس نے اپنی ذات میں محسوس کی۔ وہ خواب فطرت سے بیدار ہوا اور سمجھا کہ اس کی حیثیت خود بھی اپنی جگہ پر ایک سبب کی ہے اور یوں بھی قرآن مجید میں یہ کہیں بھی ذکر نہیں کیا گیا کہ کرہ ارض ایک دار العذاب ہے جہاں انسان جس کا خمیر ہی برائی سے اٹھایا گیا ہے، کسی پہلے گناہ کی سزا میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس کے برعکس کہ اس کی پہلی

نافرمانی ہی وہ پہلا اختیاری عمل تھا جو اس نے خود اپنے ارادے اور اپنی رضا سے کیا اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق انسان کا پہلا گناہ معاف کر دیا گیا۔“

اقبال کے خیال میں خیر کا اطلاق جبر پر نہیں کیا جا سکتا۔ آزادی خیر کے لیے اولین شرط ہے۔ اس لیے امکان ہے کہ جب آزادی کے باعث انسان کے سامنے کئی راستے کھلے ہوں تو وہ جیسے خیر کو منتخب کر سکتا ہے بالکل اسی طرح شر کو بھی چن سکتا ہے۔ مشیت ایزدی متقاضی تھی کہ اس قسم کے خطرے کو برداشت کر لیا جائے۔ اس لیے کہ اس کی مخفی قوتوں کی تربیت کچھ ایسے ہی ممکن تھی۔ پھر بھی خیر و شر اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں مگر دونوں ایک ہی کل سے وابستہ ہیں اور ایک دوسرے کے محتاج بھی۔

اقبال کے نزدیک انسان یا ذات کا تقاضا ہی خود کو قائم رکھنا ہے۔ لہذا وہ علم، افزائش نسل اور طاقت کا طالب ہے۔ قرآن حکیم کے مطابق آدمؑ کو اشیا کے نام جاننے کے سبب ملائکہ پر فضیلت دی گئی۔ اقبال نے آدمؑ کو شجر ممنوعہ کا پھل چکھنے سے روکنے کا سبب مادام بلوتسکی کی تصنیف عقیدہ خفیہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ یعنی قدیم اشاریت کے مطابق شجر ممنوعہ کا پھل چکھنے سے آدمؑ ایک دوسری نوع کا علم یا علم خفی حاصل کر لیتا جس کی تحصیل مشقت کے بغیر مختصر راہ اختیار کرنے سے ممکن تھی۔ چنانچہ شیطان نے اسی وجہ سے اسے بہکایا اور وہ اس کے بہکاوے میں آ گیا۔ اس کا سبب یہ نہیں کہ وہ فطرتاً شر کی طرف مائل ہے بلکہ اس لیے کہ وہ عجول یا جاہل ہے۔ در حقیقت وہ علم کی منازل سرعت سے طے کرنے کا متمنی تھا۔ پس اسے درست راستہ پر ڈالنے کی یہ صورت تھی کہ اس کی نشو و نما ایسے ماحول میں ہو جہاں مختلف قسم کی تکلیفوں اور اذیتوں کو برداشت کرنے کے باوجود اسے ذہنی قوتوں کے اظہار کا موقع میسر رہے اور یوں وہ اپنے تجربات میں اضافہ کرتا رہے۔ چاہے تجربات کے اس سلسلہ میں اسے غلطی یا خطا جیسے ذہنی شر کے ان گنت مراحل سے گزرنا پڑے۔

اقبال قرآنی آیات جن میں شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى (القرآن ۲۰: ۱۲۰۔۱۲۲) کا ذکر ہے کے حوالے سے کہتے ہیں کہ انسان ایسی زندگی کا خواہشمند ہے جسے زوال نہ ہو اور ایسی حکومت کا طلبگار ہے جو کبھی ختم نہ ہو۔ وہ مرنا نہیں چاہتا اس لیے فنا سے نجات کے حصول کی خاطر جنسی عمل سے اپنی نسل میں اضافہ کرتا ہے اور اجتماعی لحاظ سے لافانیت پا لیتا ہے۔ پیدائشی عمل کے جاری و ساری رہنے اور انسانوں کے پے در پے ظہور میں آنے سے فرد کی انفرادیت پختگی کے مراحل سے گزر کر شخصیت میں بدل گئی ہے۔ قرآن مجید میں (القرآن ۳۳: ۷۲) میں جس امانت کا ذکر ملتا ہے، وہ یہی شخصیت، خودی یا انا کی امانت ہے، جس کا بوجھ انسان نے اپنے سر لے رکھا ہے۔ اقبال کا خیال ہے کہ خودی یا شخصیت کی امانت انسان نے تمام خطرات و مصائب کے باوجود خود اٹھائی ہے۔ خودی کے ارتقا کے مراحل میں سختیاں

اور مصائب سہنا اس کے عمل کا حصہ ہیں۔ ہر مرحلے پر ناکامیوں اور مایوسیوں کا سامنا شاید اسے سخت جاں بنانے کی غرض سے کیا گیا ہے۔ غالباً اس لیے کہ اسے پختہ یقین ہو جائے کہ آخر کار فتح خیر ہی کی ہو گی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنا مقصد پورا کر کے رہتا ہے مگر اکثر لوگوں کو علم نہیں۔ (القرآن، ۱۲: ۲۱)

علامہ اقبال کے آدمؑ و حواؑ کے قصہ کی تمثیلی و علامتی تعبیر اپنی جگہ بہت توجہ کے قابل ہے۔

قرآن میں حضرت آدمؑ و حضرت حواؑ کے قصے کا ذکر خصوصیت سے تین مقامات پر آیا ہے۔ سورہ البقرہ کی آیات ۲۰، ۳۹ سورہ الاعراف کی آیات ۱۱، ۲۵، سورہ طہ کی آیات ۱۱۴، ۱۲۳۔ اگر فرشتوں کا آدمؑ کو سجدہ اور ابلیس کے انکار کو قصے کا جزو مانا جائے تو یہ ذکر قرآن میں کم و بیش آٹھ جگہوں پر آیا ہے۔ قیامِ جنت اور شجر ممنوعہ کے بارے میں سورہ البقرہ میں بغیر کسی نام یا صفت کے صرف ہذہ الشجر کہا گیا ہے جس کا پھل کھانے سے خدا کی نافرمانی ہوئی۔ شیطان نے کیا کہہ کر سبز باغ دکھائے اور اس کے کھانے سے آدمؑ و حواؑ پر کیا کیفیت گزری؟ اس کا ذکر سورہ البقرہ میں بالکل نہیں، البتہ سورہ الاعراف اور سورہ طہ میں ہے۔ سورہ الاعراف میں شیطان نے آدمؑ و حواؑ کو یہ کہہ کر بہکایا کہ خدا نے اس وجہ سے اس درخت کے پاس آنے سے انہیں روکا ہے کہ کہیں وہ فرشتے نہ بن جائیں اور انہیں ہمیشگی کی زندگی نہ حاصل ہو جائے۔ پھر شیطان نے انہیں بہکایا تاکہ ان کی شرم گاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھی، ان کے سامنے کھول دے۔ سورہ طہ میں بیان اس طرح ہے:

"ایسا نہ ہو کہ یہ (شیطان) تمہیں جنت سے نکلوا دے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ یہاں تو تمہیں یہ آسائشیں حاصل ہیں کہ نہ بھوکے ننگے رہتے ہو نہ پیاس اور دھوپ تمہیں ستاتی ہے۔ لیکن شیطان نے اسے پھسلایا کہنے لگا آدمؑ بتاؤں تمہیں وہ درخت جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے۔ آخر کار دونوں اس درخت کا پھل کھا گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوراً ہی ان کے ستر ایک دوسرے کے آگے کھل گئے۔ اور دونوں جنت کے پتوں سے ستر ڈھانپنے لگے۔"

قصے کی جنت سے پہلے کی چند اہم کڑیاں یہ ہیں: خدا کا فرشتوں کے سامنے انی جاعل فی الارض خلیفۃ کا اعلان (میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں) آدمؑ کی تخلیق میں مادہ ارض کا استعمال پھر اسی میں خدا کا اپنی روح پھونکنا۔ فرشتوں کا خدا کے اس فیصلے پر استعجاب پھر اپنی کم علمی کا اعتراف، آدمؑ کو اللہ نے سب اشیا کے نام سکھائے، فرشتے ان کا نام بتلانے سے قاصر رہے۔ خدا نے علم کے معاملے میں آدمؑ اور فرشتوں کا مقابلہ کرایا اور آدمؑ کی فوقیت ثابت کی۔ پھر فرشتوں کو آدمؑ کے سامنے جھکنے کا حکم دیا۔ سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، جو آگ سے بنا تھا اس نے مٹی سے بنے آدمؑ کے سامنے جھکنے میں اپنی تحقیر سمجھی۔ خدا نے اسے مقہور و مغضوب اور راندہ درگاہ کیا۔ ابلیس نے آدمؑ کو بہکانے کی خدا سے مہلت مانگی

جو اسے دی گئی (خدا اور ابلیس کا مکالمہ قرآن میں بہ تکرار آیا ہے)۔ آدمؑ کی موانست کے لیے اسی سے اس کا جوڑا بنایا (پسلی کا کوئی ذکر نہیں) قرآن میں سانپ کا ذکر نہیں اور نہ ہی پہلے حواؑ اور اسکے ذریعے بھٹکنے کا ذکر، دونوں نے جو کچھ کیا ساتھ کیا۔ قرآن نے شجر ممنوعہ کو کوئی نام نہیں دیا۔ شیطان نے دو موقعوں پر لفظ کی تبدیلی کے ساتھ یہ کہا ہے کہ اس کے کھانے سے تمہیں حیات جاوداں اور سلطنت لازوال حاصل ہو گی اور اس کے کھانے سے دونوں کو شرم کا احساس ہوا اور وہ اپنے ستر ڈھانپنے لگے۔

اقبال کا خطبہ سوم میں یہ کہنا کہ قرآن کی رو سے آدمؑ نے دو الگ الگ درختوں کے دوبارہ پھل کھائے ایک شجر علم اور دوسرا شجر حیات جاوداں۔ قرآن اور بائبل کے متنوں کے سیاق و سباق میں ایک انوکھی بات ہے۔ وہ پہلے واقعے کو سورہ الاعراف اور دوسرے کو سورہ طٰہ سے منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن میں ان دونوں جگہوں پر شیطان کی زبانی یہ کہا گیا کہ اس کا پھل کھا کر تم ہمیشگی کی زندگی اور سلطنت لازوال حاصل کرلو گے۔ اور دونوں ہی جگہ پھل کھانے سے ایک ہی اثر ظاہر ہوا یعنی شرمگاہوں کا ظاہر ہو جانا۔ سب سے پہلے سورہ البقرہ میں شجر کی صفت یا اس کا پھل کھانے کے اثرات کا کوئی ذکر نہیں۔ اس لیے اقبال نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ ظاہر ہے کہ دو یا تین یا متعدد بار قرآن میں اس واقعے کو الفاظ بدل کر بیان کرنے یا مختلف اوقات میں مختلف پہلوؤں کی طرف متوجہ کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ واقعات بھی متعدد ہیں۔ مثلاً حضرت یوسف، موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے متعلق بعض قصے کئی جگہ آئے ہیں اور ہر جگہ کسی خاص پہلو پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ اس کے باوجود قصہ ایک ہی سمجھا جاتا ہے۔ اقبال نے خود قرآن کے اس اسلوب پر زور دیا ہے کہ اس کی دلچسپی قصہ گوئی میں نہیں۔ دو درختوں کا خیال تو اقبال نے بائبل سے لیا۔ اقبال نے قرآن کی تاویل اس طرح کی کہ آدمؑ دونوں درختوں کے پھل سے بہرہ مند ہوئے۔

پہلا درخت اقبال کے نزدیک شجرِ علم ہے۔ (محض علم، نیکی و بدی کا علم نہیں) یہاں اقبال کو دشواری یہ پیش آئی ہو گی کہ علم کی صفت سے تو اللہ نے آدمؑ کو پہلے ہی متصف کیا تھا، اس لیے اب اس کی کہاں گنجائش کہ علم حاصل کرنے کے لیے شیطان آدمؑ کو ورغلائے، اس کی اقبال نے ایک خاصی کامیاب تعبیر یہ کی کہ جنت کے شجر علم سے پراسرار علم مراد ہے، جسے خدا نے ممنوع کیا، کیونکہ آدمؑ کو خدا نے دوسری طرح کے آلات علم سے آراستہ کیا تھا یعنی تجربات یا استقرائی طریقہ کار جو موجودہ سائنس کی بنیاد ہے اور جس سے اقبال کا مرد مومن خلافت ارضی کے لیے تسخیر فطرت کا کام لیتا ہے۔ اس سلسلے میں پہلے ایک خط میں اقبال نے یہ دلچسپ بات کہی تھی کہ شجر ممنوعہ سے غالباً تصوف ہی مراد ہے۔ تصوف اقبال کے نزدیک شجر ممنوعہ اسی لیے رہا ہے کہ وہ کار خلافت ارضی ترک کرکے کشف و

کرامت اور تجلی الٰہی اور اس کے دیدار اور اس میں فنا کی راہ پر انسان کو لے جاتی ہے۔ یعنی اس تصوف کا طریقہ زمانہ قدیم کی پر اسرار مشقتوں سے مشابہ ہے۔ دو متضاد طریقہ علم اور مقاصد علم کی بھرپور عکاسی ڈاکٹر فاسٹس کے قصے میں ہوتی ہے۔ فاسٹس کا قصہ جرمنی میں بکثرت رائج رہا۔ اس کے مطابق فاسٹس ایک متبحر عالم تھا اور وہ ریاض کے مشاغل میں منہمک رہتا تھا۔ شیطان نے اسے Occult Knowledge کے Black Art کے ذریعے کائنات پر تسلط و حکمرانی اور لذائذ سے متمتع ہونے کے لامتناہی امکان کی تحریص کے ذریعے گمراہ کیا۔ اقبال کو Faust سے خاصہ شغف تھا، ممکن ہے شجر علم کی تعبیر میں اس کی جھلک آئی ہو۔ اقبال کے نظام فکر میں تجربہ و مشاہدہ اور استقرائی طریقہ کار سے حاصل کردہ بتدریج وسعت پذیر علم جو مرد مومن کو تسخیر فطرت میں مدد دیتا ہے اس کی عکاسی شجر علم کی تاویل و تعبیر میں بھی ہوتی ہے۔ اقبال کے خیال میں شیطان بر بنائے عناد انسان کو اس علم سے محروم رکھنے کے لیے اس پر اسرار کشفی علم کے چکر میں پھنسانا چاہتا تھا۔

اقبال جسے دوسرا واقعہ Episode کہتے ہیں، اس کا ذکر سورہ طٰہٰ میں اس طرح ہے کہ جنت میں آدمؑ کو بھوکے اور ننگے ہونے کا احساس دھوپ و پیاس بالکل نہیں یعنی احتیاجات سے آزادی ہے، قرآن کا انداز بیان یہاں ایسا ہے کہ جیسے درخت کی یہ حالت بہتر ہے، جس سے شیطان آدمؑ کو نکلوانے کے درپے ہے۔ جبکہ اقبال کے نزدیک یہ حالت جنت انسان کی اس ابتدائی زندگی کی کیفیت ہے، جس میں وہ اپنے ماحول سے رشتہ مربوط نہیں کر سکا تھا۔ شجر ممنوعہ ثانی (شجر حیات) کا پھل کھا کر (یعنی جنسی فعل کے ذریعے) آدمؑ و حواؑ کی جنسی تفریق اور ذات کی انفرادیت و شخصیت کی ابتدا، بھوک پیاس اور ماحول کے شدائد سے پیدا شدہ احتیاجات کے نتائج ہیں۔ تہذیب انسانی کی بھی ابتدا ہوتی ہے۔ اسی لیے

ان کے خیال میں آدمؑ کی پہلی نافرمانی اس کے آزاد ارادے کا پہلا استعمال بھی ہے۔ یہاں اقبال اس رومانیت کے ترجمان نظر آتے ہیں جس کے نزدیک انفرادی شخصیت کا ادعا اور آزاد ارادہ خواہ مشکل انحراف وبغاوت ہی کا باعث کیوں نہ ہو اپنے ہدف کے محمود و نا محمود ہونے کے علی الرغم مستحسن قرار پاتا ہے۔ اس میں اقبال انسانی خود کی خوابیدگی سے بیداری دیکھتے ہیں۔ فلسفہ وجودیت کے ماننے والے بھی آزاد انتخاب کے بغیر زندگی کو نا معتبر سمجھتے ہیں۔

جس ابتدائی جنت میں آدمؑ و حواؑ کو رکھا گیا تھا، اس کے بارے میں مفسرین کا ایک طبقہ اس کا قائل رہا ہے کہ وہ اسی دنیا میں واقع تھی نہ کہ آسمان میں، جہاں سے آدمؑ کا نزول ہوا۔ اسی طرح شجر ممنوعہ کا پھل کھانے سے آدمؑ و حواؑ کی شرمگاہوں کا ان پر کھل جانا اور انھیں شرم کا احساس، اس کا قرآن میں جس طرح ذکر آیا ہے اس کی تعبیر مختلف طریقوں سے ممکن ہے، اس انداز سے بھی جو اقبال نے اختیار کیا۔

حاصلِ بحث یہ ہے کہ آدمؑ و حواؑ کے قصے کو قرآن نے نئے انداز میں پیش کیا۔ مفسرین اپنے اپنے انداز میں اس کی تشریح و تعبیر کرتے رہے ہیں مثلاً سر سید احمد خان کو لیجیے انھوں نے ملائکہ، شیطان اور آدمؑ کے سلسلے میں قرآنی آیات کی تفسیر تمثیلی انداز میں کی ہے اور قصہ آدمؑ کی ساری جزئیات و تفصیلات اسی تمثیلی پیرائے میں بیان کی ہیں۔ مثلاً آدمؑ کی بہشت کی زندگی سے مراد ارتقائے انسانیت کا وہ درجہ ہے، جب انسان غیر مکلف اور تمام قیود سے آزاد تھا۔ شجر ممنوعہ کا پھل کھا کر جنت سے نکلنے سے مراد عقل و شعور کا ابھرنا اور اپنے اعمال کا ذمہ دار ہو کر زندگی کی جدوجہد شروع کرنا ہے۔

اقبال بھی یقیناً استاد محترم میر حسن کی طرح سر سید کے تفسیری مضامین کا مطالعہ کر چکے تھے۔ چنانچہ ان کے ہاں بھی ایسی تمثیلی وضاحت ملتی ہے۔ اسی طرح سر سید کی پیروی میں انھوں نے نظم سرگزشتِ آدمؑ میں بھی شعور کی بیداری کا ذکر کیا ہے۔

لگی نہ میری طبیعت ریاضِ جنت میں
پیا شعور کا جب جام آتشیں میں نے

اقبال نے ہبوط آدمؑ کی تمثیلی توضیح کس سے متاثر ہو کر کی، اس سے صرف نظر کرتے ہوئے بقول محمد فرمان ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا:

"اقبال نے جس طرح قرآن کی سورہ ۷ اور سورہ ۲۰ کا تعلق قائم کر کے ہبوط آدمؑ کے مسئلے کو واضح کیا ہے وہ ان کے کمال قرآن فہمی کا ایک نادر نمونہ ہے۔۔ اقبال سے قبل کے مفکرین نے اس مسئلے پر اس حیثیت سے کم سوچا ہے اور ہمارے نزدیک اقبال کی اجتہادی اہمیت جن مسائل کی وجہ سے ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔"

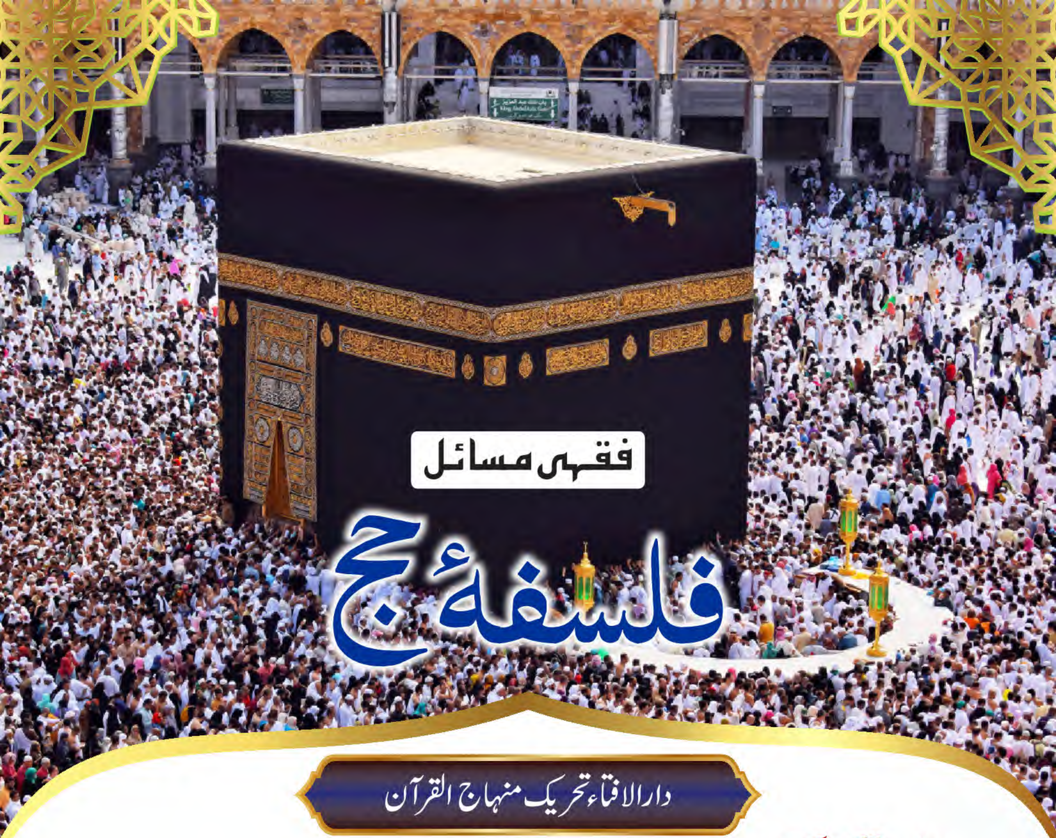

فقہی مسائل

فلسفۂ حج

دارالافتاء تحریک منہاج القرآن

سوال: حج کسے کہتے ہیں؟

جواب: لغوی رُو سے حج کا معنی قصد کرنا، زیارت کا ارادہ کرنا ہے۔ اصطلاحِ شریعت میں مخصوص اوقات میں خاص طریقوں سے ضروری عبادات اور مناسک کی بجاآوری کے لئے بیت اللہ کا قصد کرنا، کعبہ اللہ کا طواف کرنا اور میدانِ عرفات میں ٹھہرنا حج کہلاتا ہے۔

سوال: ذی الحج کے مہینے کی کیا فضیلت ہے؟ اس کے ابتدائی دس دنوں میں کون کون سے اعمال کرنے چاہیے؟

جواب: حج و قربانی کی مناسبت سے ماہ ذوالحجہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس قدر برکتیں اور سعادتیں عطا کر رکھی ہیں کہ آقائے دوجہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”پہلی رات کے چاند کے ساتھ ذوالحجہ کا آغاز ہوتا ہے تو اس کی پہلی دس راتوں میں سے ہر رات اپنی عظمت میں لیلۃ القدر کے برابر ہے“

لیلۃ القدر کی مناسبت سے جہاں ماہ رمضان المبارک کو منفرد شان والی ایک رات لیلۃ القدر نصیب ہوئی ہے جس کے اندر چند ساعتیں اللہ کے بندوں کی مغفرت و بخشش کا سامان لئے ہوئے وارد ہوتی ہیں اور جن میں اخلاص کے ساتھ بندہ اپنے رب سے جو بھی بھلی شے طلب کرتا ہے وہ اسے عطا کر دی جاتی

ہے۔ ادھر ماہ ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں کو عظمت وفضیلت کا وہ خزانہ عطا کیا گیا ہے کہ ہر ایک رات رمضان المبارک کی لیلۃ القدر کے برابر ہے۔ جس طرح رمضان المبارک کی برکتوں کو سمیٹ کر عید الفطر میں رکھ دیا گیا اور اس دن کو خوشی کے دن کے طور پر مقرر کر دیا گیا۔ ان دس راتوں کے اختتام پر اللہ رب العزت نے عیدالاضحیٰ کے دن کو مسرت و شادمانی کے دن کی صورت میں یادگار حیثیت کر دی۔ اس دن کو عرف عام میں قربانی کی عید کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما من ایام العمل الصالح فیھن احب الی اللہ من ھذہ الایام العشرۃ قالوا یا رسول اللہ ولا الجھاد فی سبیل اللہ، قال ولا الجھاد فی سبیل اللہ الا رجل خرج بنفسہ و مالہ فلم یرجع من ذلك بشئی

"ان دس دنوں (عشرہ ذی الحجہ) میں اللہ تعالیٰ کے حضور نیک عمل جتنا پسندیدہ و محبوب ہے کسی اور دن میں اتنا پسندیدہ و محبوب تر نہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ کے راستہ میں جہاد بھی نہیں، فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔ ہاں وہ شخص جو اپنی جان اور مال کے ساتھ نکلا اور کچھ لے کر گھر نہ لوٹا"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما من ایام احب الی اللہ ان یتعبدلہ فیھا من عشر ذی الحجۃ، یعدل صیام کل یوم منھا بصیام سنۃ وقیام کل لیلۃ منھا بقیام لیلۃ القدر (ترمذی، ابن ماجہ)

"اللہ تعالیٰ کو اپنی عبادت بجائے دوسرے اوقات و ایام میں کرنے کے عشرہ ذوالحجہ میں کرنی محبوب تر ہے۔ اس کے ایک دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور اس کی ایک ایک رات کا قیام، لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے"۔

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں عشرۂ ذی الحجہ میں جن اعمال کے کرنے کی فضیلت آئی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ ذکر الٰہی کا اہتمام کرنا

اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں ان دس دنوں میں اپنا ذکر کرنے کا خصوصی طور پر تذکرہ فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ. (الحج، 22: 28)

اور مقررہ دنوں کے اندر اللہ کے نام کا ذکر کرو۔

صحابہ کرام اور محدثین ومفسرین کے نزدیک ان ایام معلومات سے مراد عشرۂ ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔

2۔ کثرت سے تہلیل، تکبیر اور تحمید کہنا

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

"کوئی دن بارگاہ الٰہی میں ان دس دنوں سے زیادہ عظمت والا نہیں، اور نہ ہی کسی دن کا (اچھا) عمل اللہ کو ان دس دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب ہے پس تم ان دس دنوں میں کثرت سے لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ کہو"

سلف صالحین اس عمل کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔ امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ "ان دس دنوں میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنھما تکبیر کہتے ہوئے بازار میں نکلتے اور لوگ بھی ان کے ساتھ تکبیر کہنا شروع کر دیتے"

3۔ بال ناخن وغیرہ نہ کاٹنا

کوئی شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اور ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہو جائے تو اسے چاہئے کہ قربانی کرنے تک اپنے ناخن بال وغیرہ نہ کاٹے۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اذا دخل العشر وارادبعضکم ان یضحی فلا یاخذن شعرا ولا یقلمن ظفرا

"جب ماہ ذی الحجہ کا چاند نظر آئے (عشرہ ذی الحجہ داخل ہو جائے) اور تم میں کوئی قربانی کا ارادہ کرے تو اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے"۔

سوال: کیا عورت محرم کے بغیر سفرِ حج کر سکتی ہے؟
کیا عورت محرم کے بغیر سفر اور حج کر سکتی ہے؟

جواب: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ مسافت کا سفر تنہا طے کرے۔
(طبرانی، المعجم الاوسط، 6 : 267، رقم:6376)

پرانے وقتوں میں سفر بہت کٹھن اور پُر خطر ہوتے تھے، زیادہ تر سفر پیدل یا گھوڑوں اور اونٹوں پر کیا جاتا تھا، ایک شہر سے دوسرے شہر جانے میں کئی کئی ہفتے صرف ہو جاتے تھے۔ اِس لیے حضور نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو تنہا تین دن سے زیادہ کا سفر کرنے سے منع فرمادیا تاکہ اُس کی عفت و عصمت کی حفاظت ہو، بلکہ ایک روایت میں تو' دو دن' کے الفاظ بھی ہیں۔ اِنہی سفری تکالیف اور خطرات کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کو تنہا حج کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

حضرت ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مسلمان عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند یا کسی محرم کے بغیر حج کرے۔''

(ابن خزیمۃ، الصحیح، 4: 134، رقم: 2522)، (طبرانی، المعجم الکبیر، 8: 261، رقم: 8016)

اِنہی اَحادیث اور اَحکامِ شریعت کی روشنی میں وضع کیے گئے، سعودی عرب کے مروّجہ قوانین کے مطابق کسی عورت کو مَحرم کے بغیر حج یا عمرہ کا ویزا ہی جاری نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا موجودہ دور میں عورت کا مَحرم کے بغیر حج یا عمرہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔

البتہ ہمیں اُس عِلّت اور پس منظر کا بھی جائزہ لینا چاہیے جس کی بنا پر عورت کو مَحرم کے بغیر تین دن سے زیادہ مسافت کا سفر اور حج کرنے سے منع فرمایا گیا۔ درحقیقت منع کا یہ حکم اِس لیے دیا گیا تھا کہ قدیم زمانے میں سفر بہت کٹھن اور پُرخطرات ہوتے تھے۔ سفر پیدل یا جانوروں پر کیا جاتا تھا اور کئی کئی ہفتے اور مہینے سفر میں صرف ہوتے تھے۔ نیز دورانِ سفر چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں کا بھی بہت زیادہ خطرہ ہوتا تھا۔ اندریں حالات عورت کی عصمت و حفاظت اور سفری تکالیف و خطرات کے پیشِ نظر اسے اکیلے سفر کرنے سے منع فرمادیا گیا۔ مَحرم درحقیقت حفاظت کے لیے ہوتے تھے۔ آج ذرائعِ مواصلات بہت ترقی کر گئے ہیں۔ بے شمار سفری سہولیات و آسانیاں میسر آچکی ہیں۔ دورانِ سفر سکیورٹی وغیرہ کے مسائل بھی نہیں رہے اور حج کی ادائیگی کا باقاعدہ نظام ترقی پاچکا ہے۔ حکومتی سطح پر گروپ تشکیل دیے جاتے ہیں جو مَحرم کی طرح ہی خواتین کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اور خواتین کو اُس طرح کے مسائل و خطرات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا جو پرانے وقتوں میں درپیش ہوتے تھے۔ گویا ریاست کی طرف سے ملنے والی سکیورٹی اور سیفٹی مَحرم بن گئے ہیں، کیونکہ حکمِ مَحرم کی حکمت یہی تھی۔ لہٰذا اِن سفری سہولیات کے ساتھ جب عورت عورتوں کے گروپ میں یا ایک ایسے گروپ میں جہاں مرد و خواتین اکٹھے ہوں لیکن فیملیز ہوں اور خواتین کی کثرت ہو تو یہ اجتماعیت مَحرم کا کردار ادا کرتی ہے۔ اِن حالات میں عورت کے لیے مَحرم کے بغیر سفر کرنا ناجائز نہیں رہتا۔ چاہے وہ (تین دن سے زیادہ مسافت کا) عام سفر ہو یا سفرِ حج اور عمرہ۔

سوال: کیا مقروض شخص حج ادا کر سکتا ہے؟

اگر قرض خواہ اجازت دے دیں کہ حج کے بعد قرض لوٹا دینا تو اس صورت میں حج ادا کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر قرض خواہ بھی اجازت دے رہا ہے تو آپ حج ادا کر سکتے ہیں، قرض بعد میں ادا کر دینا۔

اب ہمیں معلوم نہیں کہ آپ نے قرض کس مقصد کے لیے اور کیوں لیا ہوا ہے کیونکہ کچھ لوگ تو مجبوری کی خاطر قرض لیتے ہیں اور کچھ کاروبار کو مزید وسعت دینے کی خاطر۔ لہذا کاروباری قرضے لینے والوں کے لیے تو مسئلہ نہیں ہے وہ تو سب بڑے لوگوں نے لے رکھا ہوتا ہے، اور ادا بھی کر سکتے ہیں حج ادا کرنے سے ان کو کوئی مشکل پیش نہیں آتی، لیکن جو غریب ہو بڑی مشکل سے تھوڑے تھوڑے پیسے اکھٹے کر کے قرض ادا کرنے کے لیے جمع کیے ہوں تو اس کے لیے بہتر ہوتا ہے کہ پہلے قرض ادا کرے اور جب صاحب استطاعت ہو جائے تو حج ادا کرے۔

سوال: حج کے سفری اخراجات کے برابر مالیت کے زیورات کے مالک پر حج فرض ہے؟

اگر کسی عورت کے پاس زیورات اتنی مالیت کے ہوں جتنے میں حج ہو جاتا ہے تو کیا اس عورت پر حج فرض ہے؟ کیا وہ زیورات بیچ کر حج میں جانا ضروری ہے؟

جواب: حج ہر مسلمان پر فرض نہیں ہے' بلکہ حج کی فرضیت کے لیے عاقل و بالغ ہونے کے ساتھ صاحب استطاعت و قدرت ہونا ضروری ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً.

اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو بھی اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔

(آل عمران، 3: 97)

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کی اہمیت کے پیشِ نظر فرمایا:

مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلَى بَيْتِ اللهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَمُوتَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا وَذَلِكَ أَنَّ اللهَ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ {وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا} [آل عمران، 3: 97]

جس شخص کے پاس بیت اللہ شریف تک پہنچنے کا سامان سفر اور سواری ہو، پھر وہ حج نہ کرے تو اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی یا عیسائی ہو کر مرے اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے {اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو بھی اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو}۔

(ترمذي، السنن، 3: 176، رقم: 812، بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربي)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان {جو بھی اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو} کے متعلق پوچھا گیا کہ 'سبیل' سے کیا مراد ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ. سامانِ سفر اور سواری۔

(یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ کے معیار کے مطابق صحیح ہے لیکن اسے صحیحین میں نقل نہیں کیا گیا) (حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 4: 609، رقم: 1614، بیروت: دارالکتب العلمیۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک شخص نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! کس چیز سے حج فرض ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ. (ترمذي، السنن، 3: 177، رقم: 813)

سامان سفر اور سواری سے۔

گویا استطاعت سے مراد سفری اخراجات کی دستیابی اور عزت وآبرو کا تحفظ ہے۔ اس لیے اگر کسی عورت کے پاس اپنی ضرورت اور استعمال سے زائد زیورات موجود ہیں جن کی مالیت حج کے سفری اخراجات کے برابر ہے تو اس پر حج فرض ہے۔ وہ ان زیورات کو فروخت کر کے کسی محرم یا بااعتماد گروپ کے ساتھ حج کے سفر پر جائے گی۔

سوال: کیا حجاج کرام سے وعدہ خلافی کرنے والے ٹریول ایجنٹس کی کمائی حلال ہے؟

جواب: اسلام میں جھوٹ بولنے پر سخت وعید بیان کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ۔ (آل عمران، ۳: ٦١)

"اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجتے ہیں" o

لعنت سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونا اور غضب الٰہی کا مستحق ہونا ہے۔ العیاذ باللہ

حضرت عبدالرحمن بن شبل سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

إن التجار هم الفجار.

"بے شک تاجر فاجر (گناہ گار) ہیں۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

يا رسول الله! أليس قد أحل الله البيع ﴿البقرة﴾

"یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال نہیں فرمایا ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بلى ولكنهم يحلفون فيأثمون ويحدثون فيكذبون.

(المستدرک للحاکم، کتاب البیوع، باب البیع یمحقہ الکذب والیمین، 2: 8، رقم : 2145)

"(اللہ تعالی نے خرید و فروخت اور تجارت کو) حلال کیا ہے لیکن یہ تاجر (کاروبار میں جھوٹی) قسمیں کھاتے ہیں تو گنہگار ہو جاتے ہیں، اور جب کاروباری معاملہ کرتے ہیں تو اس میں جھوٹ بولتے ہیں۔"

ثانیا یہ بھی واضح رہے کہ حجاج کرام اور معتمرین کے ساتھ حسن سلوک کرنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا حکم ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان اقدس ہے:

ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر، فلیکرم ضیفه.

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب حق الضیف، 5: 2272، رقم: 5784)

"اور جو کوئی اللہ تعالی اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر واجب ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔"

حاجی صاحبان کے دو حقوق واضح ہیں : ایک مسافر کے حوالے سے اور دوسرا حق یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔لہذا تمام ٹور آپریٹرز کا دینی اور اخلاقی فرض بنتا ہے کہ وہ اللہ کے مہمانوں کو وہی سہولیات فراہم کریں جن کا انہوں نے ان سے وعدہ کیا ہے اور جن کے مطابق مہمانان الہی سے رقم وصول کی گئی ہے۔پس قرآن و حدیث کی رو سے ایسے حج ٹور آپریٹرز، جو حجاج کرام اور معتمرین کو وعدہ کے مطابق سہولیات فراہم نہ کریں، اللہ تعالی اور اس کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے نافرمان ہیں اور دوسروں کو دھوکہ دینے والے ہیں اور حرام کماتے ہیں کیوں کہ جھوٹی قسمیں کھانے اور سہولیات کے لیے کیے گئے وعدہ کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے ان کی کمائی حرام ہے۔

سوال: کیا عمرہ کرنے کے بعد لازم ہے وہ بڑا حج بھی کرے؟

جواب: عمرہ ادا کرنے کے بعد شرعا حج کرنا لازمی نہیں ہوتا اگر کرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔کر سکتا ہے۔اس کے علاوہ اگر عمرہ ادا کرنے والا صاحب استطاعت ہے، عمرہ ادا کرنے کے بعد اس کے پاس اتنا مال ودولت موجود ہے جس سے اس پر حج فرض ہو جاتا ہو تو ایسی صورت میں حج ادا کرنا فرض ہے۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے 10 برس

نعیم الدین چوہدری ایڈووکیٹ ہائیکورٹ

سانحہ ماڈل ٹاؤن پاکستان کی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے۔ جسکی پاکستان کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ مورخہ 17 جون 2024 کو شہداء سانحہ ماڈل ٹاؤن لاہور کی دسویں برسی ہے لیکن سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین اور شہداء کے لواحقین 10 سال سے انسداد دہشت گردی عدالت لاہور سے، لاہور ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ آف پاکستان تک حصول انصاف کے لیے مسلسل قانونی چارہ جوئی کر رہے ہیں لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ 10 سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین انصاف سے محروم ہیں۔ مورخہ 17 جون 2014 کو نواز، شہباز حکومت نے طے شدہ منصوبہ کے تحت منہاج القرآن اور پاکستان عوامی تحریک کے معصوم، نہتے اور بے گناہ کارکنان کے خون سے ہولی کھیلی اس سانحہ میں 14 افراد شہید جس میں دو خواتین بھی شامل تھیں جس میں سے ایک خاتون کے ہاں بچہ کی پیدائش ہونے والی تھی۔ اور 100 سے زائد افراد گولیوں سے زخمی ہوئے تھے۔ ایسا المناک وقوعہ اس سے پہلے رونما نہیں ہوا جسے گھنٹوں پوری قوم اور دنیا نے TV سکرینز پر براہ راست دیکھا۔

نواز، شہباز حکومت نے پولیس کے ذریعہ پاکستان عوامی تحریک کے لوگوں کا قتل عام کیا اور ظلم وریاستی دہشت گردی کی ایک نئی تاریخ رقم کی گئی قطع نظر اس سے کہ حکومت اعتراف گناہ کے ساتھ

مظلوموں کی اشک شوئی کے اقدامات کرتی لیکن پولیس کی مدعیت میں پاکستان عوامی تحریک کے لوگوں پر ہی اسی دن مورخہ 17 جون 2014 کو مقدمہ نمبر 510/14 تھانہ فیصل ٹاؤن لاہور میں درج کر دیا۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کی وقوعہ کے بعد FIR درج نہ کی گئی تو سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین نے FIR کے اندراج کے لیے جسٹس آف پیس کی عدالت سے رجوع کیا۔ جسٹس آف پیس نے مورخہ 16 اگست 2014 کو ایف ،آئی ،آر کے اندراج کا حکم دیا لیکن اس کے باوجود پولیس نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کی ایف ،آئی ،آر کا اندراج نہ کیا۔ ملزمان نے جسٹس آف پیس کے حکم کے خلاف معزز عدالت عالیہ لاہور سے رجوع کیا جو کہ معزز عدالت عالیہ لاہور نے ملزمان کی پٹیشن مورخہ 26/08/2014 کو خارج کردی ۔جس پر بالاخر پولیس نے بادل نخواستہ مقدمہ نمبر 696/14 تھانہ فیصل ٹاؤن لاہور مورخہ 28/08/2014 کو درج کر دیا۔ مگر پاکستان عوامی تحریک کے کارکنان پر 50 سے زائد مختلف تھانوں میں ایف ،آئی ،آر درج کردی تاکہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین، گواہان، مضروبان شامل تفتیش نہ ہو سکیں۔

- پہلی والی JIT نے مقدمہ میں تفتیش ،انتہائی متعصبانہ، حقائق کے برعکس اور یکطرفہ کی تھی۔ جو میٹریل، Evidence مقدمہ کی تفتیش کو مکمل کرنے کے لئے Collect کرنی تھی وہ نہ کی گئی۔
- تمام ریکارڈ، گورنمنٹ کے اداروں اور ان بااثر ملزمان کے زیر قبضہ تھا جس تک سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کی رسائی ہرگز ممکن نہیں تھی مگر وہ ریکارڈ جس سے مقدمہ نمبر 510/14 جھوٹ کا پلندہ ثابت ہوتا تھا اور مقدمہ نمبر 696/14 سچا ثابت ہوتا تھا وہ جان بوجھ کر تفتیش کے ریکارڈ کا حصہ نہ بنایا گیا۔
- پہلی والی JIT نے سرکاری ریکارڈ ،میڈیا ریکارڈ، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا ریکارڈ، CDR اور ٹی وی چینلز کے متعلقہ لوگوں کو بھی شامل تفتیش نہ کیا۔
- وہ تمام میٹریل اور شہادتیں جن کو تفتیش کا حصہ بنانا ضروری اور لازمی ہیں ان تک تاحال مستغیث مقدمہ کی رسائی نہ ہے، اور پہلی والی JIT پوری طرح ناکام رہی کہ ساری شہادتوں کو مسل کا حصہ بنائے۔
- درست تفتیش کرنا، درست ٹرائل کرانا ہر شہری کا Statutory Right ہے جو اس کو آئین اور قانون نے دیا ہے۔

❖ پہلی والی JIT کوئی بھی میٹریل شہادتیں صفحہ مسل پر نہ لائی ہے اور اس نے درست حقائق اور صحیح شہادتوں کو چھپایا ہے جو کہ ان کے Part پر بددیانتی ہے۔

❖ پہلی والی JIT نے مذکورہ بالا سارا ریکارڈ جو مقدمہ کے درست فیصلہ کے لیے ضروری تھا اُسے عدالت میں جمع نہیں کروایا۔

پہلی والی JIT نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے کسی زخمی، چشم دید گواہ کا کوئی بیان ریکارڈ نہ کیا بلکہ جانبدار تفتیش کر کے تمام سانحہ کے مرکزی ملزمان سابق وزیر اعظم نواز شریف، موجودہ وزیر اعظم میاں شہباز شریف، سابق وزیر قانون پنجاب رانا ثناء اللہ و دیگران اور پولیس افسران جو بطور ملزمان ایف آئی آر میں نامزد تھے بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہلی والی JIT نے ان ملزمان کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی بلکہ ان تمام ملزمان کو کلین چٹ دے دی گئی۔ اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کی دادرسی نہ کی گئی۔ تو سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کے پاس استغاثہ دائر کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ لہذا عدالت میں چالان پیش ہونے کے فوری بعد انسداد دہشت گردی عدالت لاہور میں استغاثہ دائر کر دیا گیا۔ استغاثہ کیس میں 56 زخمی و چشم دید گواہان کے بیانات مکمل ہونے کے بعد مورخہ 7 فروری 2017 کو انسداد دہشت گردی عدالت لاہور نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس میں 124 ملزمان، کانسٹیبل سے لیکر آئی جی پنجاب تک، اس وقت کے DCO کیپٹن (ر) محمد عثمان، اس وقت کے TMO نشتر ٹاؤن علی عباس بخاری، اس وقت کے AC ماڈل ٹاؤن طارق منظور چانڈیو کو بطور ملزمان طلب کر لیا تھا لیکن 12 ملزمان جن میں میاں نواز شریف، میاں شہباز شریف، رانا ثناء اللہ، ڈاکٹر توقیر شاہ و دیگران جنہوں نے اس سانحہ کی منصوبہ بندی کی تھی ان کو طلب نہ کیا تھا۔

استغاثہ میں ٹرائل کورٹ از خود فوجداری مقدمہ کی سماعت کے دوران شفاف ٹرائل کے لیے بقیہ شہادت برآمدگی، فرانزنک اور ڈیجٹل وغیرہ کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتی ہے۔ بلکہ صرف اور صرف غیر جانبدار JIT ہی شفاف ٹرائل کے لئے ان تقاضوں کو پورا کر سکتی ہے۔

اس لئے 2018 میں تنزیلہ امجد (مقتولہ سانحہ ماڈل ٹاؤن) کی بیٹی بسمہ امجد نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کی غیر جانبدار تفتیش کے لیے سپریم کورٹ ہیومن رائٹس کیس نمبر 69031/18 میں نئی JIT کے لئے درخواست گزاری کی جسکی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی سربراہی میں 5 رکنی لارجر بینچ نے مورخہ 5 دسمبر 2018 کو سپریم کورٹ اسلام آباد میں سماعت کی اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے دلائل کی روشنی میں سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس کی از سر نو تفتیش کے لئے نئی JIT بنانے کا فیصلہ ہوا۔ مورخہ 3 جنوری 2019 کو پنجاب حکومت نے اے ڈی خواجہ کی سربراہی میں

JIT کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔ سپریم کورٹ کے فلور پر سانحہ ماڈل ٹاؤن کی تفتیش کے لئے تشکیل پانے والی نئی JIT نے مورخہ 14 جنوری 2019 سے لیکر 20 مارچ 2019 تک سانحہ ماڈل ٹاؤن کے تمام زخمی، چشم دید گواہان اور شہداء کے لواحقین کے بیانات ریکارڈ کر لئے تھے اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کی طرف سے نئی JIT کے روبرو پہلی دفعہ تمام زبانی ودستاویزی ثبوت شہادتوں کی شکل میں پیش کر دیے گئے اور اس طرح اس نئی JIT نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے تمام ملزمان سے بھی تفتیش مکمل کر لی تھی۔

" سربراہ JIT اے ڈی خواجہ نے لاہور ہائی کورٹ میں جواب داخل کروایا۔ اُس ریکارڈ کے مطابق نئی JIT نے 281 بیانات ریکارڈ کیے اور 80% تفتیش مکمل کر لی۔"

نئی JIT نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے تمام ملزمان بشمول سابق وزیر اعظم میاں نواز شریف، موجودہ وزیر اعظم میاں شہباز شریف، سابق وزیر قانون پنجاب رانا ثناء اللہ، ڈاکٹر توقیر شاہ PSO ٹو وزیر اعلیٰ پنجاب، سابق آئی جی پنجاب مشتاق احمد سکھیرا سے مختلف پہلوؤں پر تفتیش مکمل کر لی تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ وقوعہ کیوں ہوا ہے ؟ اس کے پیچھے کیا سازش کارفرما تھی ؟ اس وقوعہ کے پیچھے کون کون سازشی عناصر موجود ہیں ؟ اور یہ سازش کہاں سے چلی ؟ اور کسطرح اس سازش پر عملدرآمد ہوا؟ تو فوری طور پر کچھ قوتیں متحرک ہو گئیں اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ملزمان (رضوان قادر ہاشمی SHO تھانہ فیصل ٹاؤن، مدعی مقدمہ 510/14) اور خرم رفیق ہیڈ کانسٹیبل کی درخواست پر لاہور ہائی کورٹ نے JIT کی تشکیل کا پنجاب حکومت کا نوٹیفکیشن 22 مارچ 2019 کو معطل کر دیا اور JIT کو سانحہ ماڈل ٹاؤن کی مزید تفتیش کرنے سے روک دیا گیا۔

JIT کے نوٹیفکیشن کی معطلی کے خلاف لاہور ہائی کورٹ کے عبوری حکم مورخہ 22 مارچ 2019 کے خلاف سپریم کورٹ اسلام آباد میں رجوع کیا۔ مورخہ 13 فروری 2020 کو سابق چیف جسٹس، جسٹس گلزار احمد کی سربراہی میں 3 رکنی بینچ نے سماعت کی، جس میں سپریم کورٹ نے 13 فروری 2020 کو لاہور ہائی کورٹ کو ڈائریکشن دی کہ نیا بینچ تشکیل دے کر اور ترجیحاً تین ماہ کے اندر فیصلہ کیا جائے۔ لیکن سپریم کورٹ کی تین ماہ کی ڈائریکشن کے باوجود بھی لاہور ہائی کورٹ کا 7 رکنی لارجر بینچ نے فریقین کے دلائل بھی عرصہ دراز سے مکمل ہو جانے کے باوجود بھی تاحال فیصلہ نہیں کیا۔

نئی JIT، سارا میٹریل Collect کر کے 173 Crpc کی رپورٹ عدالت میں بجھوائے تو تب ہی استغاثہ کی کاروائی میں وہ میٹریل طلب کیا جاسکتا ہے اور اس بنیاد پر ہی سزاو جزا کا فیصلہ

ہو سکتا ہے۔ اس لیے نئی JIT لازم و ضروری ہے تاکہ تمام ریکارڈ کو طلب کر کے صفحہ مسل پر لایا جاسکے۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین 10 سال سے انسداد دہشت گردی عدالت لاہور، لاہور ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ آف پاکستان تک حصول انصاف کے لئے مسلسل قانونی چارہ جوئی کر رہے ہیں۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ 10 سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین انصاف سے محروم ہیں۔

انسداد دہشت گردی عدالت لاہور نے سانحہ ماڈل ٹاؤن استغاثہ کیس میں مرکزی ملزمان کو طلب نہ کیا تو اس حکم کے خلاف مستغیث نے معزز عدالت عالیہ لاہور سے رجوع کیا جو باآور ثابت نہ ہوا اور مستغیث استغاثہ نے لاہور ہائی کورٹ کے حکم کے خلاف عدالت عظمیٰ پاکستان میں Crl.P.L.A No 1039/18 دائر کر دی، جو تاحال سماعت کے لیے مقرر نہ ہوئی ہے۔

جسٹس باقر نجفی کمیشن رپورٹ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کو مل گئی تھی۔ جس میں سانحہ ماڈل ٹاؤن میں قتل و غارت گری کرنے کا ذمہ دار 2014 کی پنجاب حکومت اور پنجاب پولیس کو ٹھہرایا ہوا ہے۔ لیکن جسٹس باقر نجفی کمیشن رپورٹ کے ساتھ منسلکہ دستاویزات جس میں ملزمان کے بیان حلفی ٹیلی فون ڈیٹا ریکارڈ، حساس اداروں کی رپورٹس و دیگر دستاویزات شامل ہیں وہ تمام دستاویزات سانحہ کے متاثرین کو آج تک فراہم نہ کہ گئی۔ ان تمام منسلکہ دستاویزات کے حصول کے لیے 2018 میں

لاہور ہائی کورٹ میں رٹ دائر کی ہوئی ہے جو کہ ابھی تک لاہور ہائی کورٹ میں زیر سماعت ہے جس کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن کی JIT کو لاہور ہائی کورٹ نے کام کرنے سے روکا ہوا ہے، انسداد دہشت گردی عدالت لاہور نے ہمارے 5 مرکزی ملزمان (سابق ڈی سی او لاہور کیپٹن ر محمد عثمان، سابق آئی جی پنجاب مشتاق احمد سکھیرا، سابق ڈی آئی جی آپریشنز رانا عبدالجبار، سابق ایس پی ماڈل ٹاؤن لاہور طارق عزیز، سابق ٹی ایم او نشتر ٹاؤن لاہور علی عباس بخاری) کو استغاثہ کیس میں 265/k ضابطہ فوجداری کے تحت بری کر دیا ہے اور سانحہ کے مزید 8 ملزمان نے بھی انسداد دہشت گردی عدالت لاہور میں بریت کے لیے 265/k ضابطہ فوجداری کے تحت درخواستیں دے رکھی ہیں۔ نئی JIT کی بحالی سے ہی سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کو انصاف ملے گا۔

سیکشن 19 انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کے تحت ایک سے زائد JIT بنانے میں کوئی قانونی رکاوٹ نہ ہے۔ جب تک کسی مقدمہ کا فیصلہ نہ ہو جائے اس وقت تک دوبارہ تفتیش ہو سکتی ہے اگر عدالت میں مقدمہ کا چالان اور فرد جرم بھی عائد ہو جائے تو بھی دوبارہ تفتیش سے روکا نہیں جا سکتا ہے۔

غیر جانبدار تفتیش سے ہی انصاف کا عمل ٹریک پر آئے گا۔ کسی بھی مقدمہ کے انصاف کے لیے شفاف تفتیش کا ہونا ضروری ہے شفاف ٹرائل اس وقت تک ناممکن ہے جب تک شفاف تفتیش نہ ہو۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ شفاف ٹرائل تو دور کی بات ابھی تک سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کو غیر جانبدار تفتیش کا حق جو عدالت عظمیٰ نے دیا تھا اور JIT کی تفتیش جو آخری مراحل میں تھیں معزز عدالت عالیہ لاہور نے اس کو روک کر تاحال اس پر آج تک کوئی فیصلہ نہ دیا ہے۔ معزز عدالت عالیہ لاہور اور معزز عدالت عظمیٰ پاکستان میں زیر سماعت درخواست ہائے کے فیصلہ کے بغیر ٹرائل کو جاری رکھنا انصاف کا قتلِ عام ہے۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے حصول انصاف کی جدوجہد کو 10 سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی قائد تحریک منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ذاتی دلچسپی اور راہنمائی میں انسداد دہشت گردی عدالت سے لیکر سپریم کورٹ تک مسلسل قانونی چارہ جوئی پوری طاقت، عزم، استقامت کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اُس وقت تک جاری رہے گی۔ جب تک سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین، شہداء کے لواحقین کو انصاف نہیں مل جاتا اور اس سانحہ میں ملوث عناصر اپنے عبرت ناک انجام سے دوچار نہیں ہو جاتے۔

منشیات کے خلاف عالمی دن

سعدیہ کریم اسلامک سکالر

منشیات انسانی زندگی کے لیے زہر، قاتل ہے۔ اقوام متحدہ کی جانب سے ہر سال 26 جون کو منشیات کے خلاف عالمی دن منایا جاتا ہے جس میں منشیات کے استعمال اور اس کی غیر قانونی تجارت کا انسداد کرنے کا عہد ہوتا ہے۔

سگریٹ نوشی منشیات کی طرف اٹھنے والا پہلا قدم ہوتا ہے۔ سگریٹ نوشی موجود دور میں فیشن کی علامت سمجھی جاتی ہے لیکن فیشن کی یہ علامت اب قومی عادت بنتی جا رہی ہے۔ منشیات کا زہر معاشروں کو دیمک کی طرح چاٹتا رہتا ہے۔ ہزاروں والدین منشیات میں مبتلا اولادوں کے مستقبل سے یکسر ناامید ہو چکے ہیں۔

منشیات کے استعمال کی وجہ سے انسان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ ہماری نئی نسل اکثر معاشرتی رد عمل اور نامناسب رہنمائی کی وجہ سے نشے جیسی لعنت کو اپنا لیتے ہیں وقتی طور پر وہ اسے اپنی پریشانیوں کا حل سمجھ رہے ہوتے ہیں لیکن آہستہ آہستہ یہ زہر ان کی زندگیوں کو ختم کر دیتا ہے۔ منشیات استعمال کرنے والوں کے ساتھ ساتھ ان کے خاندان والے بھی اذیت اور ذلت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اس وقت دنیا بھر میں 64-15 سال کی عمر کے 35 کروڑ لوگ کسی نہ کسی طرح نشے میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ صرف پاکستان میں ایک کروڑ سے زائد افراد نشے میں مبتلا ہیں اور ہر سال اس میں پانچ لاکھ افراد کا اضافہ ہو رہا ہے۔ سرکاری سطح پر انسداد منشیات کے لیے بہت سے ادارے کام کر رہے ہیں مگر اس کے باوجود دن بدن منشیات استعمال کرنے والے افراد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

منشیات میں کیا کیا شامل ہوتا ہے

منشیات میں تمام نشہ آور اشیاء شامل ہوتی ہیں۔ دنیا بھر میں چرس، افیون، ہیروئن، بھنگ، حشیش سمیت منشیات کی 21 سے زائد اقسام ہیں۔ ایک سروے کے مطابق دنیا بھر میں تقریباً 62 فیصد لوگ چرس، بھنگ اور حشیش کے عادی ہیں جبکہ باقی 20 فیصد ہیروئن، 10 فیصد افیون، 20 فیصد لوگ کوکین کیپسول، کرسٹل اور گولیاں استعمال کرتے ہیں۔

منشیات کے فروغ میں سوشل میڈیا کا کردار

آسودگی کی تلاش، بوریت سے نجات اور فیشن زدہ نظر آنے کی چاہ میں لوگ منشیات کی دلدل میں دھکیلتے چلے جا رہے ہیں۔ موجودہ دور میں یہ ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے۔ اب منشیات کی فروخت روایتی انداز سے نہیں کی جا رہی بلکہ جدید انداز میں سوشل میڈیا کے ذریعے منشیات کی جاتی ہے۔ منشیات فروش واٹس ایپ اور فیس بک، انسٹا گرام اور دیگر سوشل میڈیا پلیٹ فارم کے ذریعے لاکھوں لوگوں کو اس دلدل میں اتارتے ہیں امیر لوگوں کے بچے بہت جلد فیشن کے نام پر اس کے عادی ہوتے چلے جا رہے ہیں کیونکہ ان کے لیے پیسہ کوئی مسئلہ نہیں ہوتا اور منشیات فروش لوگ اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے ایسے ہی نوجوانوں کو اپنا آلہ کار بناتے ہیں۔

وجوہات واسباب

ماہرین منشیات کے مطابق منشیات کو استعمال کرنے کی تین بنیادی وجوہات ہوتی ہیں۔

ا۔ ذہنی دباؤ جو کہ امتحان، محبت کی ناکامی، تاخیر سے شادی، بے روزگاری، غربت، نظر انداز کیے جانے یا کسی بھی سماجی وخاندانی محرک کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔

۲۔ شخصیت کا عدم توازن

۳۔ بری صحبت

بعض اوقات جنسی قوت میں اضافے کی خواہش بھی منشیات کے استعمال کی وجہ بنتی ہے۔

والدین کا اپنے بچوں کو مناسب توجہ اور وقت نہ دینا بھی انہیں منشیات کی طرف لے جانے والا اہم محرک ہے۔ بچے والدین کی توجہ نہ ہونے کے باعث سگریٹ نوشی کی طرف بڑھتے ہیں اور آہستہ آہستہ مزید نشہ آور اشیاء کے عادی ہو جاتے ہیں۔

موجودہ دور میں جدید صنعتی ترقی کی دوڑ نے انسانی اعصاب کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ اگر انسان اعصابی مریض نہ ہو تو بھی اسے ہر لمحہ اعصاب کو سکون دینے کی حاجت رہتی ہے اور سگریٹ چاہے وقتی اور عارضی استعمال کیا جائے لیکن اس حاجت کی تسکین کا موثر ذریعہ ثابت ہوتے ہیں اور بتدریج کثرت استعمال سے انسانی صحت مکمل طور پر تباہ ہو جاتی ہے۔ انسان کے اعصاب قطعی طور پر ناکارہ ہو جاتے ہیں اور کوئی مہلک مرض لاحق ہو جاتا ہے۔

اس سال 26 جون کو منشیات کے استعمال اور غیر قانونی اسمگلنگ کے خلاف 35 واں عالمی دن منایا جائے گا۔ منشیات ایک طویل عرصے سے انسانی معاشرے کو شدید نقصان پہنچا رہی ہے۔ جس سے نہ صرف لوگوں کی جسمانی اور ذہنی صحت متاثر ہو رہی ہے بلکہ یہ معاشی غربت، سماجی ماحول کو زہر آلود کرنے اور غیر قانونی سرگرمیوں اور جرائم کو پیدا کرنے کا باعث بھی بن رہی ہے۔ یہ ایک ایسا عالمی عوامی خطرہ ہے جس کا تمام نوع انسانی کو سامنا ہے۔ عالمی برادری کی مسلسل کوششوں کے باوجود انسداد منشیات کی موجودہ صورتحال بہت سنگین ہے اور بہت سے نئے چیلنجز کا سامنا ہے۔ یہ ایک ایسی جنگ ہے جس میں بارود کا دھواں نہیں ہے اور یہ ہم میں سے ہر ایک کی جنگ ہے۔ منشیات سے لڑنا اور زندگیوں کی حفاظت کرنا ہر ایک کی ذمہ داری ہے۔ اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ منشیات کا استعمال یورپی ممالک میں ہوتا ہے جن میں امریکہ سرفہرست ہے جہاں تقریباً 75 فیصد لوگ ذہنی دباؤ اور دیگر امراض سے وقتی سکون حاصل کرنے کے لیے منشیات کا سہارا لیتے ہیں۔

طبّی اور نفسیاتی ماہرین کے مطابق نئی نسل میں نشہ آور اشیاء (منشیات) کے استعمال کی وجوہات میں دولت کی فراوانی یا انتہائی غربت، بری صحبت، جنس مخالف کی بے وفائی، مقاصد میں ناکامی، حالات کی بے چینی اور مایوسی، والدین کی بچوں کی طرف سے بے اعتنائی و لاپرواہی، معاشرتی عدم مساوات، ناانصافی اور والدین کی آپس کی ناچاقیاں بھی شامل ہیں۔

منشیات کی تاریخ

اگرچہ آج پاکستان میں تمباکو اور نشہ آور اجناس کی کاشت بطور ایک نقد آور اور منافع بخش جنس کے طور پر کی جاتی ہے اور اس کا بیشتر حصہ اندرون ملک ہی استعمال ہوتا ہے لیکن اس کی دریافت سب سے

پہلے امریکہ میں ہوئی تھی۔ تمباکو کو وہاں جنم بھومی قرار دیا جاتا تھا۔ جب کولمبس نے امریکہ دریافت کیا تو اسے اور اس کے ساتھیوں کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ وہاں کے مقامی لوگ بانس کی لمبی لمبی نالیوں میں تمباکو کو بھر کر اس کے کش لگاتے تھے۔ اس کے بعد سولہویں صدی عیسوی میں یورپ میں بھی سگریٹ نوشی نے رواج پانا شروع کیا۔ چنانچہ پرتگال میں فرانسیسی سفیر جبین نکٹ سب سے پہلے تمباکو کے بیج اور تمباکو کے نمونے بطور سوغات ہندوستان میں لے کر آیا۔

منشیات کے ذریعے پھیلنے والی جسمانی بیماریاں

تمباکو میں نکوٹین کی کثیر مقدار پائی جاتی ہے جو ایک خطرناک اور مہلک زہر ہے۔ اس کا نام فرانسیسی سفیر جبین نکٹ کے نام پر ''نکوٹین'' رکھا گیا ہے۔ یہ زہر اتنا قاتل ہے کہ کوئی ڈاکٹر یا حکیم اسے دوسرے زہروں کی طرح ادویات میں استعمال نہیں کرتا اور ایک سگریٹ کے تین کشوں میں یہ زہر اتنی بڑی مقدار میں انسانی جسم میں داخل ہو جاتا ہے جو موت کے لیے کافی ہوتا ہے۔

اس کی وجہ سے انسان کو بھوک کی کمی، بے خوابی، دل کی دھڑکن اور دماغی کمزوری لاحق ہوتی ہے اور سگریٹ کے استعمال کے ساتھ ساتھ ان علامات میں شدت پیدا ہو جاتی ہے اور بالآخر انسان خون کی کمی، دل کے عارضہ، دمہ یا سرطان جیسے موذی امراض میں مبتلا ہو کر اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ خاص طور پر نکوٹین کا زیادہ اثر لڑکیوں اور خواتین پر ہوتا ہے۔ نکوٹین کا استعمال کمزور اور غیر صحت مند بچوں کی پیدائش کا سبب بنتا ہے۔

تمباکو نوشی یا منشیات کا استعمال ہماری قوم کے اخلاقی اور معاشرتی انحطاط کا باعث ہے بھلا جس قوم کے افراد غیر صحتمند ہوں یا ان کی صحت انحطاط پذیر ہو وہ قوم اپنی ترقی و خوشحالی کے عظیم الشان

منصوبوں کو کس طرح مکمل کر سکتی ہے اور کس طرح آنے والی نسلوں کے بہتر مستقبل کی ضمانت دے سکتی ہے۔ ہماری قومی دولت کا ایک وافر حصہ منشیات کی نذر ہو رہا ہے۔

منشیات نوشی نقصان دہ عادت ہے

دنیا کے تمام ڈاکٹرز اور طبّی ماہرین کے مطابق منشیات کا استعمال سراسر نقصان دہ عادت ہے اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود لوگ اس سے پرہیز اور اجتناب کرنے کے بجائے اسے اختیار کرتے ہیں۔

منشیات کے ذریعے پھیلنے والی اخلاقی برائیاں

منشیات کے استعمال سے نہایت مکروہ قسم کی اخلاقی برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور معاشرے میں ایسی برائیوں کی جڑیں مضبوط ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اگر نوجوان لڑکے اور لڑکیاں منشیات کے عادی ہو جائیں تو پھر جھوٹ، چوری اور بد اخلاقی جیسے جرائم اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں۔

منشیات کی وجہ سے والدین کی نافرمانی، غیبت، فساد، قتل و غارت، اپنی ذات کی نفی کرنا، دوسروں کا حق مارنا، بے حیائی اور فحاشی جیسی برائیاں معاشرے کو گھیر لیتی ہیں۔ معاشرتی امن و سکون تباہ ہو جاتا ہے۔ منشیات کے عادی افراد ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں۔

لوگ اپنے ذہنی تناؤ یا پریشانیوں کو کم کرنے کے لیے منشیات کا سہارا لیتے ہیں لیکن اس کے استعمال سے ان کے دل و دماغ کی صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ سوچنے سمجھنے کی تمام تر توانائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ معاشرے میں موجود دوسرے لوگ ان سے براہ راست متاثر ہوتے ہیں۔ منشیات کے عادی لوگ عزت و احترام سے محروم ہو جاتے ہیں۔ منشیات کا استعمال انہیں روحانی اور جسمانی طور پر موت سے ہمکنار کر دیتا ہے۔

منشیات کے بارے میں شرعی حکم

شرعی طور پر تمباکو نوشی یا منشیات کا استعمال مکروہ ہے۔ فقہی اعتبار سے حقے یا سگریٹ کا کش لگا کر انسان نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد میں نہیں جا سکتا۔ اس سے دوسرے نمازیوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور مسجد کا تقدس مجروح ہوتا ہے۔ منشیات استعمال کرنے کے بعد آپ کسی قسم کی عبادت کرنے کے قابل نہیں رہتے۔ اسی طرح منشیات کے استعمال کے بعد آپ قرآن کریم کی تلاوت بھی نہیں کر سکتے۔

منشیات کے انسداد کے لیے ہمہ گیر اقدامات کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے عوامی شعور کو بیدار کرنا ضروری ہے۔

منشیات کے خلاف عالمی دن منانے کا مقصد یہ ہے کہ ایسے اسباب کو دور کیا جائے یا انھیں کم کیا جائے جو منشیات کے استعمال کے فروغ کا باعث ہیں تاکہ نئی نسل منشیات کی لعنت سے بچ سکے۔ دنیا بھر کے معاشروں میں بڑھتی ہوئی منشیات نوشی پر 7 دسمبر 1987ء کو اقوام متحدہ نے اس دن کو ہر سال 26 جون کو منانے کا فیصلہ کیا تھا۔

انسداد منشیات۔ وقت کی اہم ضرورت

منشیات پر قابو پانے کے عظیم مقصد کے لیے بین الاقوامی تعاون ہی واحد راستہ ہے اور اس کی وجوہات کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ انسداد منشیات کے عمل میں بہت سے پہلو شامل ہیں۔ بین الاقوامی برادری کی مشترکہ کوششوں اور جامع انتظام، قانون کے نفاذ، منشیات اگانے والے علاقوں میں متبادل شجر کاری، متاثرین کی صحت یابی اور متعلقہ تعلیم کے شعبوں میں ہم آہنگی اور تعاون سے ہی ہم موثر طور پر منشیات سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے انسداد منشیات کے بین الاقوامی تعاون کو اقوام متحدہ کے چارٹر اور متعلقہ بین الاقوامی کنونشنز کے مقاصد اور اصولوں کے تحت عمل میں لایا جانا چاہیے۔ ممالک کو ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ برابری اور باہمی فائدے کے اصول کی روشنی میں کام کرنا چاہیے۔

منشیات کے خلاف عالمی دن کو مناتے ہوئے 35 سال گزر چکے ہیں لیکن منشیات کے خاتمے کی حتمی منزل کا راستہ اب بھی کافی طویل اور کٹھن ہے لیکن مسلسل جدوجہد اور ہمت سے یہ راستہ کاٹا جا سکتا ہے اور منزل تک پہنچا جا سکتا ہے۔

حاصل کلام

منشیات کا استعمال کرنے سے انسانی صحت مکمل طور پر تباہ ہو جاتی ہے انسان کے اعصاب مکمل طور پر ناکارہ ہو جاتے ہیں اور وہ کسی جان لیوا مرض میں مبتلا ہو کر اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اس لیے اس کے فوری اور یقینی انسداد کی ضرورت ہے۔ منشیات فروشی پر پابندی اور اس کے خلاف کیے جانے والے اقدامات اپنی جگہ لیکن والدین کا اپنے بچوں پر نظر رکھنے کا عمل انتہائی ضروری ہے۔ بچوں کے ساتھ ان کے دوستوں پر نظر رکھنی چاہیے اور انھیں اچھے دوستوں کی صحبت میں رہنے کے فوائد و ثمرات سے آگاہ کرتے رہنا چاہیے تاکہ ان کے قدم غلط راہوں کی طرف اٹھنے سے پہلے ہی انھیں روکا جا سکے اور نئی نسل تباہی و بربادی سے محفوظ رہ سکے۔

اعتکاف 2024ء

عصری ضرورت پر اچھوتے موضوعات

ڈاکٹر فرح ناز (صدر منہاج القرآن ویمن لیگ)

کسی بھی شخصیت کی عظمت اس کے علمی توسّع اور فکری معراج سے عبارت ہوتی ہے۔بلاشبہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی حیثیت دور حاضر میں ایک ایسی دانش گاہ کی سی ہے جس کا ہر گوشہ روشن و تابناک مستقبل کی نوید کا حامل ہے۔آپ کے کارہائے نمایاں، علمی محاسن اور تحقیقی مقالات امت مسلمہ کے لئے ذریعہ رہنمائی، قابل تقلید و قابل فخر ہیں۔آپ کا شمار ان نابغہ روزگار تاریخی شخصیات میں سے ہے جن کی سوچ و فکر سے علم و دانش کی نئی راہیں دریافت ہوتی ہیں۔جن کے جولانی قلم کی روانی سے فکری مغالطوں کی گرد چھٹتی اور صحیح سمت میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام اپنے زمانے کے ایسے عظیم مدبر و رہنما، معلم ومصنف اور ایسی صاحب بصیرت شخصیت ہیں جنھوں نے دین کو زمانے کے در پیش چیلنجز، شکوک و شبہات اور باطل عقائد کی دھول کو عقلی و نقلی دلائل کی طاقت سے نہ صرف رد کر دیا ہے بلکہ دین پر اٹھنے والے اعتراضات اور فتنوں کا بر وقت سدباب کرکے درپیش مسائل کا حل بھی دیا ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے شہر اعتکاف 2024ء میں خطابات کیلئے عصری ضرورت کے تحت بالکل اچھوتے موضوع کا انتخاب کیا۔سائنسی علوم کو نئی نسل

کے سامنے دین اِسلام کی ضد کے طور پر پیش کرنے والے ملحدین (خدا کا اِنکار کرنے والے) مختلف محاذوں پر دین کے خلاف نفرت پیدا کرکے انہیں خدا اور دین سے بیزار و برگشتہ کر رہے ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے شہرِ اعتکاف 2024ء میں ان کا علمی و فکری محاکمہ کیا ہے۔ ''خُدا کو کیوں مانیں؟ اور مذہب کو کیوں اپنائیں؟''، جیسے گمراہ کن فتنۂ اِلحاد (atheism)، لامذہبیت (agnosticism) اور دہریّت پر مبنی دین گریز رجحان و نظریات کا تسلی بخش جواب اور عقلی تردید اور فلسفۂ توحید کے شرح و بسط کے ساتھ ایمان اَفروز دلائل کے ذریعہ عقلی بنیادوں پر قلع قمع کیا۔

ایمان کی بنیادوں پر حملہ آور بے دین دانشوروں کے ابھارے گئے شکوک و شبہات کو ردکرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ایسے نادر و علمی موضوعات پر کوئی ایسی شخصیت ہی بات کرسکتی ہے جس کی فکری واضحیت ہر قسم کے مغالطوں اور ہر طرح کے مسلکی تعصب و عناد سے پاک ہو۔ شیخ الاسلام نے خطاب میں فرمایا:

''میرے بیٹو اور بیٹیو! آپ ملک و ملت اور اس قوم کا تابناک مستقبل ہیں۔ آپ اپنی صحبت اور تعلق درست رکھیں۔ یہ دیکھیں کہ آپ کہاں سے دین کو، حق کو، سچ کو، حقیقت کو، سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ ان لوگوں کو پہچانیں کہ جو آپ کو نصیحت کررہے ہیں کہیں وہ خود تو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں؟''

پہلی صدیوں میں سلف صالحین کا قاعدہ تھا وہ کہا کرتے تھے:

اِلإسنادُ مِنَ الدِّین۔ (اسناد دین میں سے ہے۔)

إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِينٌ فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ. (مقدمہ صحیح مسلم)

''یہ علم، دین ہے ، پس تم دیکھ کہ کس شخص سے اپنا دین حاصل کر رہے ہو۔''

جب تم دین کی بات سنتے ہو تو کس سے سنی، اس نے کس سے سنی یہ جو سند ہے اس سند کے اندر دین کی صداقت پوشیدہ ہے، اس کے اندر دین کا اعتماد اور اعتقاد پوشیدہ ہے، دیکھو وہ شخص کون ہے، وہ لوگ کیسے ہیں جن سے تم دین کی خبر لینے جا رہے ہو، جن سے حق کی نسبت پوچھنے جا رہے ہو، جن سے معلومات لے رہے ہو،اخذ علم کر رہے ہو وہ اگر خود ثقہ اور سند ہیں تو تمہیں بھی پختہ درست بات بتائیں گے اور اگر وہ خود بھٹکے ہوئے ہیں تو تمہیں تلاش حق کی بجائے گمراہ کر بیٹھیں گے۔(شہر اعتکاف 2024ء دوسرا خطاب)

ملت اسلامیہ کو پیش آنے والے چیلنجز کے خلاف محض تنقید، مذمت یا غلطی کی نشاندہی کافی نہیں ہوتی بلکہ دین پر استقامت کے ساتھ دلائل و براہین سے ان فتنوں کا قلع قمع ضروری ہوتا ہے تاکہ آئندہ نسلوں کو بھی اس فتنے سے محفوظ رکھا جائے۔

صحیح مسلم کی روایت کردہ ایک حدیث صحیحہ کے مطابق "فتنے کے دور میں دین پر ڈٹ جانے کا بڑا اجر ہے"۔ چنانچہ اس اجر کے حصول پر ڈٹ جانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی دین کو اعتقادی و ایمانی، علمی و فکری، تہذیبی و اخلاقی اور سیاسی نوعیت کے فتنوں کا سامنا ہوا تو ان کے سدباب کے لیے علماء حق پورے دلائل کے ساتھ صف آرا ہوگئے۔ انہوں نے نفس مسئلہ کا دلیل اور حکمت سے خوب تعقب کیا۔

عصر حاضر میں فتنوں کی بھرمار میں سب سے خطرناک اور ایمان سوز فتنہ الحاد کا ہے۔ جس کا نتیجہ بے زاری مذہب و دینی تشکیک اور تذبذب اور بالآخر لا دینیت پر منتج ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے عصری تقاضوں کے مطابق عام فہم انداز میں پورے دلائل کے ساتھ اس فتنے کا بروقت رد کیا اور نسل نو کو الحاد و لادینیت سے بچانے کی بھر پور سعی کی ہے۔ ہمارے گرد و نواح کا ماحول، میڈیا، معاشرہ، زمانہ، سکول، بچے، معاشرت، تہذیب و ثقافت جیسے تمام عوامل الحاد کا بنیادی محرک ہیں۔ یہ بڑی بد قسمتی ہے کہ بچوں کو نہ تو گھر سے اور نہ سکول سے؛ نہ معاشرے سے اور نہ دوستوں کی سنگت و صحبت سے؛ نہ ہی پرنٹ، الیکٹرونک یا سوشل میڈیا وغیرہ سے ایسا ماحول مل رہا ہے جو ایمان، روحانیت اور اخلاق کی اعلیٰ اقدار کا حامل ہو۔ جس کے باعث نوجوان نسل شیطانی ماحول سے متاثر ہو کر تیزی کے ساتھ لادینیت یا لامذہبیت کی طرف راغب ہو رہی ہے۔

فتنوں کے دور میں اس شخص سے اپنے مرض کا علاج کرنا چاہئے جو مرض کی جڑ کو سمجھتا ہو۔ شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ ہی عصر حاضر میں وہ شخصیت ہیں جو ملت کے فکری امراض کی بر وقت تشخیص کرکے علاج بھی تجویز کرتے ہیں۔ آپ نے دوسرے خطاب کے دوران فرمایا:

"کچھ بندوں کے پاس علم نہیں ہوتا، تحقیق نہیں ہوتی، خود مطالعہ نہیں ہوتا، اچھی صحبت و سنگت نہیں ہوتی۔ محض نصابات اور سکول آپ کے ایمان کی حفاظت نہیں کر

رہے ہوتے۔ والدین کی بھی غفلت ہوتی ہے، وہ بچے کو سنبھالنے کا وقت لاڈ پیار میں گزارتے ہیں یا اپنی روٹی کمانے میں اتنے بے فکر ہیں کہ اولاد کی فکر نہیں رہتی، الغرض پھر پورا معاشرہ اور سماج اور پوری دنیا ہزارہا عوامل کو ملا کر آپ کے ایمان پر حملہ آور ہوتی ہے۔ جتنی شدت کے ساتھ حملے ہیں ایمان کے دفاع اور بچاؤ کا اہتمام بھی اسی قدر زور سے ہونا چاہیے جبکہ بچاؤ کا اہتمام سرے سے ہے ہی نہیں۔ ہم تلاش حق کے نام پر اپنی نادانی کے باعث نااندیش رہنماؤں کے نرغے میں، ان گروپس میں، ان حلقوں میں، ان blocks میں، ان صحبتوں میں، مجلسوں میں غلط سمت کو منتخب کر لیتے ہیں کہ جہاں خود ہدایت نام کی کوئی شے نہیں تو نتیجتاً تباہی ہوتی ہے۔"

دورِ جدید کا سب سے مہلک فتنہ مادیت پرستی کے نتیجہ میں الحاد ہے۔ ائمہ اسلام نے الحاد کے لغوی و اصطلاحی معنی کی وضاحت شرح و بسط کے ساتھ کر دی ہے کہ

أَصْل الْإِلْحَاد الْمَيْل وَالْعُدُول عَنْ الشَّيْء، وَقِيلَ لِلْمَائِلِ عَنْ الدِّين مُلْحِد. (ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 4/415)

لغوی اعتبار سے الحاد کا معنی "اعراض اور تجاوز" ہے، اور (اصطلاح معنی کے بارے میں) کہا گیا ہے دین سے انحراف کرنے والا ملحد ہے۔

جدید مفکرین کے نزدیک ملحد سے مراد ہے

"A person who does not believe that God or a divine being exists."

دین سے دوری اور مادہ پرستی پر مبنی یہ رویہ انسان کو رفتہ رفتہ وجودِ الٰہی کے انکار اور مذہب سے لاتعلقی کے فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ مادہ پرستی اور دین سے دوری جدید فیشن کا روپ دھار چکی ہے تعلیم یافتہ طبقہ، حتیٰ کہ راسخ العقیدہ مسلمان گھرانوں کے نوجوان بھی بتدریج اس اعتقادی گمراہی کا شکار ہو رہے ہیں۔ ان کے ایمان کی جڑیں دن بہ دن کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس روش پر چلتے ہوئے اِن افراد پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ نہ صرف دین بلکہ اس کے ارکان و عقائد کا بھی مطلقاً انکار کر دیتے ہیں۔ مغرب کو اپنی لپیٹ میں لینے کے بعد فتنہ الحاد مشرق میں بھی نہایت شدت کے ساتھ حملہ آور ہو رہا ہے لٰہذا نوجوان نسل کو ایمان کی بقا کے لیے حقیقی اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کرنا، دینِ متین کا بنیادی اور ناگزیر تقاضا ہے۔

انسانی تاریخ نے ہمیشہ مذہب کو بھی تسلیم اور ساری کائنات کے اس خالق و مالک کو بھی قبول کیا جس کے پاس بالآخر ہر انسان نے پلٹ کر جانا اور دنیا میں کیے گئے اپنے ہر عمل کا حساب دینا ہے۔وہ اللہ رب العزت ہی ہے جس نے ہمیں عقل و شعور دیا اور دنیا میں رہنے کا ڈھنگ سکھایا۔یہ مذہب ہی تھا جسے انسانیت نے روزِ اوّل ہی سے بغیر کسی عقلی دلیل کے تسلیم کیا۔ارسطو ہو یا افلاطون، سقراط ہو یا بقراط جتنے بھی قدیم فلاسفر گزرے یا ان کے بعد آنے والے مفکرین، کسی کی بھی تحقیق و تحریر میں وجودِ الٰہی کا انکار موجود نہیں اور نہ ہی کسی کے ہاں مذہب کا انکار ہے، کیوں کہ انسانیت نے جب سے غور و فکر کرنے اور سوچنے کا عمل شروع کیا، تو پہلی چیز جو ذہن میں آئی، وہ اللہ رب العزت کے وجود کا شعور تھا جو مذہب کی شکل میں بنی نوع انسان کو ودیعت کیا گیا۔

انسانی زندگی کو باقاعدہ منظم کرنے کے لیے مذہب ایسی ضرورت ہے جس سے انکار فطرت کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔مذہب یہ واضح کرتا ہے کہ یہ کائنات اول یا آخر سارے نظاموں کو جس ایک نظام کے تحت چلا رہی ہے، اسے ایک وحدت کے تابع کرنے والے کا نام 'اللہ' ہے اور وہی رب العالمین، سب کو پالنے والا اور تمام کائناتوں کو چلانے والا ہے۔

شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے خطابات میں عقلی اور سائنسی بنیادوں پر الحاد کا رد کیا۔آپ نے ثابت کیا کہ سائنس وجودِ باری تعالیٰ کا انکار نہیں کرتی۔ سال ہا سال کی تحقیق و جستجو کے بعد سائنسدان بھی بالآخر اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ کوئی بھی نظام اکائی و وحدت کے بغیر کبھی نہیں چل سکتا۔لہٰذا سائنس آج بھی ہر نظام کے اندر اکائی یا وحدت کی تلاش میں ہے اور اس ساری کائنات کو نظام وحدت کے تابع کرنا چاہتی ہے۔یہ درحقیقت دلائل کے ساتھ وجود باری تعالیٰ اور ضرورتِ مذہب کو ثابت کرتی چلی جا رہی ہے، درحقیقت سائنس انسان کو توحید کی طرف لے جانے کی ایک راہ ہے جو انسان کو اپنی حقیقی منزل تک لے جانے کا موجب بن رہی ہے۔

اُمید کی جاتی ہے کہ ان خطابات سے ہماری نسل نو کی ایمانی زندگی پر دور رس اثرات مرتب ہوں گے۔

گلدستہ

عیدالاضحیٰ کا تہوار

گوشت اور خوش ذائقہ پکوان کا دن

خدیجہ بتول

اس عید الاضحیٰ پر آپ کا مینیو کیا ہے؟

عید الاضحیٰ کا تہوار ہو، مزیدار اور لذیز کھانے نہ ہوں تو عید کا مزہ ادھورا ہی رہتا ہے، اس لیے موقع کی مناسبت سے چند ایسے مزیدار پکوان کی تراکیب پیش کر رہے ہیں جو اس عید کے موقع پر خاص طور پر بنائے اور پسند کیے جاتے ہیں۔

1- مٹن پائے

مٹن پایا روایتی پاکستانی پکوان ہے جسے دیسی کھانوں کے شائقین بہت پسند کرتے ہیں، اس خاص روایتی ڈش کی ترکیب وسطی ایشیاء سے مشہور ہے جسے پارسیوں نے جنوبی ایشیاء میں متعارف کروایا، مٹن پائے نے حیدر آباد، لکھنؤ اور بعد میں برِصغیر کے دیگر حصوں میں شہرت حاصل کی یعنی اس ڈش کو پاکستان، بھارت اور بنگلا دیش میں یکساں مقبولیت حاصل ہے۔

بکرے کے پائے 4 عدد، درمیانے سائز کی پیاز 4 عدد، ٹماٹر 4 عدد، تازہ پسا ہوا ناریل 2 کھانے کے چمچ، ہری مرچیں 5 عدد، لال مرچ پاؤڈر 2 چمچ، گرم مصالحہ 1 چمچ، ادرک اور لہسن کا پیسٹ 2 چمچ، دھنیا پاؤڈر 1 چمچ، پسی ہوئی کالی مرچ 6 عدد، ہلدی پاؤڈر 4/1 چائے کا چمچ، الائچی 4 عدد، لونگ 6 عدد، چھوٹے

سائز کی دار چینی 2 عدد، تیز پات 1عدد، کوکنگ آئل 3 کھانے کے چمچ، نمک حسبِ ذائقہ اور ضرورت کے مطابق پانی۔

ترکیب:

دو پیاز لیں اور انہیں باریک کاٹ لیں، پھر ان باریک کٹی ہوئی پیاز کے ٹکڑوں کو پلیٹ میں ایک طرف رکھ دیں، اب باقی کی پیاز کو پیس لیں اور اس پیسٹ کو ایک طرف رکھ دیں اس کے بعد ہرا دھنیا، ہری مرچوں اور ناریل پیس لیں اور اس پیسٹ کو الگ پلیٹ میں ڈال لیں، اب ٹماٹروں کی پیوری (Tomato Puree) بنا لیں، اس کے بعد اب کُکّر (Cooker) میں ایک لیٹر پانی ڈال کر اس میں ہلدی پاؤڈر اور نمک ملائیں اور پھر بکرے کے پائے ڈال کر اسے بند کر دیں، تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک پکائیں، اس دوران ایک پین میں تیل ڈال کر درمیانی آنچ پر گرم کر لیں اور اس میں الائچی، لونگ، تیز پات اور دار چینی ڈال کر ہلائیں، اب اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ ڈالیں اور چند سیکنڈ کے لیے بھونیں، اس کے بعد کٹی ہوئی پیاز کے ٹکڑوں کو پین میں ڈالیں اور اس وقت تک بھونیں جب تک وہ سنہری بھوری نہ ہو جائیں پھر اس میں پیاز کا پیسٹ ڈال کر اسے بھی بھون لیں، اب اس میں دھنیا پاؤڈر، گرم مصالحہ، پسی ہوئی کالی مرچ اور لال مرچ ڈال کر ایک منٹ کے لیے مزید بھونیں، اس کے بعد پریشر کُکّر کا ڈھکن کھول لیں اور اس مکمل تیار مصالحے کو اس میں ڈال دیں اور پھر اس میں ٹماٹو پیوری (Tomato Puree) ڈال کر اچھی طرح مکس کریں اور ہلکی آنچ پر تقریباً 2 منٹ تک پکنے دیں،اب اس میں مرچ، ناریل کا پیسٹ، اور 500 ملی لیٹر پانی شامل کریں اور نمک چیک کر لیں، پریشر کُکّر کا ڈھکن بند کر کے اسے مزید ڈیڑھ گھنٹے تک پکائیں، مٹن پائے تیار ہو جانے کے بعد کُکّر ٹھنڈا ہونے پر پائے ایک الگ پیالے میں نکال لیں۔

2- مٹن نہاری

مٹن نہاری اپنی منفرد شکل اور ذائقے کی وجہ سے مشہور ہے، مٹن نہاری کو گوشت، آٹے اور دیگر مصالحہ جات کے استعمال سے بنایا جاتا ہے۔

اجزاء:

مٹن 1 کلو، میدہ 2 کھانے کے چمچ، ہلدی پاؤڈر 2/1 چائے کا چمچ، دار چینی

1عدد، تیز پات دو عدد،الائچی 2 عدد،لونگ 8 عدد، گرم مصالحہ 2 کھانے کے چمچ، ادرک لہسن کا پیسٹ 2 کھانے کے چمچ، مرچ پاؤڈر 1 چمچ، دھنیا پاؤڈر 1 چمچ، دہی 3 کھانے کے چمچ، گھی یا کوکنگ آئل 2/1 کپ، جائفل چند چٹکیاں، سونف 2 کھانے کے چمچ، کالی مرچ 2/1 چائے کا چمچ، زیرہ 2/1 چائے کا چمچ، پیاز 1عدد، ہری مرچیں کٹی ہوئی 2 عدد، ادرک کی 2 پٹیاں کٹی ہوئی، ہرا دھنیا کٹا ہوا 3 کھانے کے چمچ۔

ترکیب:

گوشت کو صاف کر لیں اور درمیانے سائز کے ٹکڑوں میں کاٹ لیں، پھر ایک پین میں تیل گرم کریں اور اس میں تیز پات، لونگ، دار چینی اور ادرک لہسن کا پیسٹ ڈالیں اور اس میں گوشت ڈال کر 2 سے 3 منٹ تک بھونیں، اب اس میں لال مرچ پاؤڈر، دھنیا پاؤڈر، ہلدی پاؤڈر، دہی، گرم مصالحہ ڈال کر تیل الگ ہونے تک بھونیں، جائفل، الائچی، باقی مصالحہ جات اور 3 کپ پانی ڈال کر ہلکی آنچ پر 3 سے 4 گھنٹے تک پکائیں، آخر میں میدہ ڈالیں کر تقریباً 10 منٹ تک پکائیں اور پھر ہرے دھنیے، ادرک، پیاز اور ہری مرچ کے ساتھ گارنش کر لیں، اب مٹن نہاری کو چپاتی، نان یا چاول کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔

3- تکّہ بوٹی

اگر کچھ نیا اور مزیدار بنانے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں تو تکہ بوٹی کی یہ ریسپی ضرور آزمائیں، عید الاضحیٰ پر ڈنر یا لنچ میں تکہ بوٹی بنائی جا سکتی ہے۔

اجزاء:

500 گرام چکن ہڈی کے بغیر، ادرک لہسن کا پیسٹ 2 چمچ، لال مرچ پاؤڈر 1 چائے کا چمچ، ہلدی پاؤڈر آدھا چائے کا چمچ، زیرہ پاؤڈر 1/4 چائے کا چمچ، کالی مرچ پاؤڈر حسب ذائقہ، نمک حسب ذائقہ، تیل حسب ضرورت، دہی پھینٹا ہوا 2 یا3 کپ، لیموں کا رس 4 چمچ، تازہ دھنیا کٹا ہوا 1 کھانے کا چمچ۔

ترکیب:

ایک پیالے میں گوشت، ہلدی پاؤڈر، لال مرچ پاؤڈر، زیرہ پاؤڈر کے ساتھ نمک، کالی مرچ، ادرک لہسن کا پیسٹ اور 1 کھانے کا چمچ تیل مکس کریں اور پھر اس میں

دہی اور لیموں کا رس ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں، اس کے بعد اسے میں کٹا ہوا تازہ ہرا دھنیا ملائیں پھر اسے 2 گھنٹے تک میرینیٹ کرنے کے لیے چھوڑ دیں، اس کے بعد اسے اوون میں 15 منٹ تک بیک کریں یا اچھی طرح سے چکنائی والے گرل پین میں چولہے پر اس وقت تک گرل کرلیں جب تک کہ گوشت نرم اور اچھی طرح پک نہ جائے، اب لذیذہ تکہ بوٹی کو سلاد کے پتوں پر پیاز، لیموں اور تازہ دھنیا چھڑک کر پیش کر سکتے ہیں۔

گوشت لمبے عرصے تک کیسے محفوظ رکھا جائے ؟

عید الضحیٰ کے دن ہر خاتون اس بات پر پریشان دکھائی دیتی ہے کہ کس طرح گوشت کو محفوظ کیا جائے تاکہ قربانی کا گوشت لمبے عرصے تک استعمال میں لایا جا سکے۔

گھر میں جانور کی قربانی، دوست احباب اور رشتہ داروں کی جانب سے ملنے والے قربانی کے گوشت کو محفوظ کرنا اور مستقبل میں اس گوشت کو کھانے کے قابل بنائے رکھنا ہر خاتون خانہ کے لیے چیلنج سے کم نہیں ہے اور جب آپ کے ہاں فریج کی سہولت موجود نہ ہوتو یہ یہ کام مشکل ترین ہو جاتا ہے۔

متوسط اور امیر گھرانوں میں نہ صرف بڑے فریج بلکہ ڈیپ فریزرز بھی ہوتے ہیں، ان میں جتنا چاہیں قربانی کے گوشت کو حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق

محفوظ کیا جاسکتا ہے۔ فریج اور فریزر میں قربانی کے گوشت کو محفوظ رکھنے کے لیے منصوبہ بندی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے

غذائی ماہرین کا کہنا ہے کہ ڈیڑھ دو ماہ تک گوشت کو فریزر یا فریج میں محفوظ رکھا جاسکتا ہے، اسی طرح فریج کے درجہ حرارت کو بار بار کم یا زیادہ کرنے سے گریز کریں اس سے گوشت کی صحت متاثر ہوسکتی ہے۔

چند گھرانوں میں گوشت بھون کر یا فرائی کر کے رکھ لیا جاتا ہے تاکہ چند دنوں تک اس گوشت کو قابل استعمال رکھا جاسکے، اسی طرح گوشت کو کباب کی شکل میں خشک کر کے رکھنے کا طریقہ بھی بہتر رہتا ہے، خشک کباب تقریبا 4 تا 6 ماہ تک خراب نہیں ہوتے ہیں۔

قربانی کے گوشت کو پارچوں کی شکل میں کاٹ کر لہسن ادرک اور نمک لگا کر سورج کی روشنی میں خشک کرنے کا طریقہ کار بھی بہت زیادہ محنت طلب ہے جس میں خواتین کو مکمل طور پر مصروف رہنا پڑتا ہے۔

عید سے دو یا تین دن قبل اپنے فریج اور فریزر کی صفائی کرلیں، فالتو اشیا کو ہٹا دیں، فریزر کی کی صفائی کرتے ہوئے اس پر المونیم یا باریک پلاسٹک بچھا دیں تا کہ گوشت کے پیکٹس فریزر کی سطح پر نہ چپک سکیں اور فریزر کی دیواروں پر گلیسرین لگادیں اس سے جمی برف نکالنے میں آسانی ہوگی۔

اگر آپ کے پاس فریج کی سہولت موجود ہے تو پہلے گوشت کا اندازہ لگا لیں کہ فریج یا فریزر میں کتنے کلو گوشت کو رکھا جاسکتا ہے اس کے مطابق ان میں گوشت رکھنے کی تیاری کریں۔

قربانی کے گوشت کو فریزر اور فریج میں رکھنے میں تاخیر نہ کریں، فریج سے باہر دو گھنٹے تک گوشت کو چھوڑے رکھنے پر بیکٹریا کا حملہ ہوسکتا ہے، اس سے گوشت خراب ہوسکتا ہے۔

گوشت کے مقابل دالیں زیادہ عرصہ تک اس لیے محفوظ رہ سکتی ہیں کیونکہ ان میں پانی یا تو کم ہوتا ہے یا پھر نہیں ہوتا، گوشت میں 90 فیصد پانی ہوتا ہے، بہتر یہی ہے کہ گوشت کو کپڑے سے خشک کرلیں پھر فریج میں پلاسٹک کی تھیلیوں میں اچھی طرح بند کر کے رکھیں۔

اگر آپ فریزر میں گوشت رکھتی ہیں تو اس میں دیگر پھل اور سبزیاں نہ رکھیں کیونکہ گوشت کی بساند سے یہ چیزیں خراب ہوسکتی ہیں۔

گوشت کو فوری فریزر میں رکھنے سے بیکٹریا نشونما نہیں پاتے، جس سے گوشت چند دنوں تک قابل استعمال رہتا ہے۔

گوشت سے لگی چربی کو نکال دیں اور اسے پلاسٹک کی تھیلی یا المونیم بیگ میں اچھی طرح پیک کر کے رکھیں، گوشت کے ساتھ جتنی چربی کم رہے گی اتنا ہی گوشت محفوظ رہے گا۔

گوشت کے بجائے اس کا قیمہ بھی بنا کر محفوظ کیا جاسکتا ہے، اگرکباب بنالیے جائیں تو زیادہ بہتر رہتا ہے۔

قربانی کے فوری بعد گھروں میں کلیجی، گردے بنانے کا رجحان عام ہوتا ہے ، پکانے سے قبل کلیجی کی صحت کی جانچ کریں یہ دیکھ لیں کہ کہیں کلیجی میں سوراخ، یا کو ز خم تو نہیں ہے، کلیجی کا رنگ تبدیل تو نہیں ہوا ہے اگر ایسا کچھ دکھائی دے تو اس کلیجی کو نہ پکائیں کیونکہ اس سے فوڈ پوائزننگ کی شکایت ہوسکتی ہے۔

قربانی کے دوران سب سے اہم اور توجہ طلب بات یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کو اخبار کے کاغذ میں لپیٹ کر تقسیم نہ کریں اور نہ ہی رکھیں کیونکہ سیاہی میں سیسہ کا جُز شامل ہوتا ہے جو انسانی صحت کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔

بڑے لوگوں کی بڑی باتیں

جاوید اقبال

* کسی قوم کی دولت کپڑا،لوہا،اور سونا نہیں بلکہ قابل انسان ہیں۔(ماؤزے تنگ)

* خدا کے ساتھ محبت کا دعویٰ اس وقت تک غلط ہے جب تک آپ انسانوں کے ساتھ محبت کو اہم نہیں سمجھتے۔

* انسان کی شرافت اور قابلیت اس کے لباس سے نہیں اس کے کردار اور فعل وگفتار سے ہوتی ہے۔

* اچھے ارادے اور بلند مقاصد انسان کو کردار کی بلندی عطا کرتے ہیں اور بلند کردار انسان کو دنیا والے ایک عرصے تک یاد رکھتے ہیں۔

* انسان بننا ہے تو ہمیشہ کے لیے انسان بنو۔(ڈکنز)

* میں اپنی مادرِوطن کو اپنے خاندان سے زیادہ چاہتا ہوں لیکن نسلِ انسانی کے لیے میری محبت اپنی مادرِوطن سے بھی زیادہ شدید ہے۔(فینلن)

* مقام حاصل کرنا ہے تو نسل انسانی کے سچے خیر خواہ بنو۔(ہومر)

* انسان دوستی یہی ہے کہ کسی ارفع واعلیٰ مقصد کے لیے بھی کسی انسان کو قربان نہ کرو۔(البرٹ)

* ہر انسان کا دل انسانی دل ہوتا ہے۔(لانگ فیلو)
* انسانی ہمدردی خدا کی دین ہے۔(تھیوڈ ورپارکر)
* ہماری اصل قومیت نسلِ انسانی کی قومیت ہے۔(ایچ جی ویلز)
* قبیلوں اور برادریوں میں بٹے ہوئے لوگوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ سب ہیں تو ایک ہی نسل انسانی سے۔
* جب تک ہم میں بنی نوعِ انسان کی خوبیاں پیدا نہیں ہوتیں اس وقت تک حقیقی انسانی سماج کی تشکیل محال ہے۔(جارج برنارڈ شا)
* انسان بننے سے پہلے کتنے مراحل طے کرنا پڑتے ہیں!(باب ڈلن)
* نہ تم وحشی بنونہ دیوتا بلکہ انسان بنو۔
* جب انسانیت کو نظر انداز کردیا جاتا ہے تو دکھ،افلاس اور ظلم وجبر کا دور دورہ ہوجاتا ہے۔
* انسانیت کے لیے کام کرو،انسانیت کا خطاب سب خطابات سے بڑھ کر ہے۔(مارکس)
* اگر تجھے دوسروں کی تکلیف کا احساس نہیں ہے تو تُو اس قابل نہیں کے تجھے انسان کہا جائے۔(شیخ سعدی)
* آدمی پیدا ہوتا ہے اور انسان تہذیبی عمل سے بنتا ہے۔
* احساسِ محرومی یا غرور کی سطح کسی معاشرے میں جس قدر کم ہوگی وہ معاشرہ انسانیت سے اسی قدر قریب ہوگا۔
* انسان ایک ہی باوا آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔
* ہر ذی ہوش کو انسانیت کی بہتری کے لیے ہردم سرگرم عمل رہنا چاہیے۔
* میں ان لوگوں سے اتفاق نہیں کرسکتا جن کے نزدیک انسان دکھوں کے لیے ہی پیدا ہوا ہے۔(رسل)
* اگر تم دوسروں پر اثر ڈالنا چاہتے ہو تو تمہیں خود ایک انسان ہونا چاہیے جو دوسروں کے لیے عمل انگیز ثابت ہوسکے۔
* ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنی ذاتی صلاحیتوں کا رخ انسانیت کی بہبود کی جانب پھیر دے۔
* انسانیت کے خدمت سے بے نیاز رہنا ہر قسم کے بندھنوں سے آزاد ہونا ہے۔

* بے کار ہے وہ انسان جس میں انسانیت نہ ہو۔
* جس شخص میں انسانیت نہیں اس کو کوئی مذہب نہیں۔
* خدا نے ہمیں انسان کی شکل میں پیدا کیا تو کیوں نہ ہم انسان بن جائیں۔
* جینے کی خواہش ہے تو اچھے انسان بن کر جیو۔
* مغز سر میں ہوتا ہے نا کہ پگڑی میں انسانیت انسان میں ہوتی ہے نہ کہ جبہ ودستار میں۔
* جہنم سے بچنا چاہتے ہو تو انسانیت کی خدمت کو اپنا شعار بناؤ۔
* انسانیت سے گر جانا اس درخت کی مانند ہے جس کی کوئی جڑ نہ ہو۔
* بہترین انسان وہ ہے جو دوسروں کے دل میں اتر کر ان کے دکھ کا اندازہ کرے۔
* انسانی رشتے صرف خون کے رشتوں تک محدود نہیں ہوتے۔
* ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ انسانیت سے تعلق رکھتا ہو۔
* کسی شخص کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرکے انسانیت کی مدد کی جاسکتی ہے۔(گلی لیو)
* انسانیت کی بہتری کے لیے کچھ کئے بغیر ہی زندگی کا گزار جانا شرمندگی کی بات ہے۔(ہاریس مین)
* بالآ خر انسانیت کی حریف قوتیں نامرادہوں گی اور انسان جیت جائے گا۔
* انسانیت کی مدد نہ کرنے والے انسان کہلانے کے مستحق نہیں۔(عبدالستارایدھی)
* دوسروں کے غم سے بے خبر رہنے والا آدمی انسان نہیں ہوسکتا۔(شیخ سعدی)
* جوواقعی انسان ہوتا ہے وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔(فیثا غورث)
* انسان کا انسان بن جانا اس کی فتح ہے۔
* اگر تم انسان ہو تو دلوں کو فتح کرنے کا فن سیکھو۔(کونیل)
* اگر تمھیں زندگی سے محبت ہے تو انسانیت سے محبت کرو۔
* اس زمین پر بہت زیادہ لوگ اور بہت کم انسان بستے ہیں۔

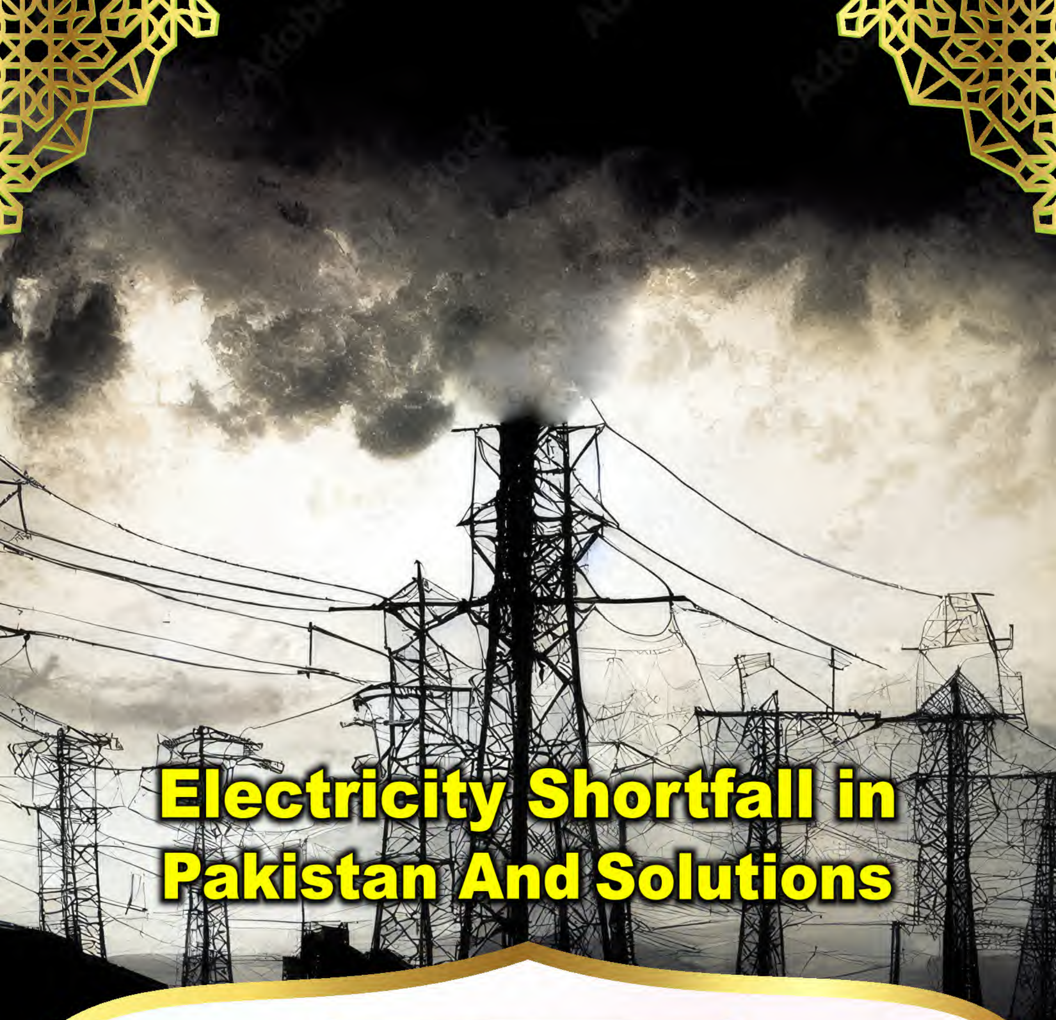

Electricity Shortfall in Pakistan And Solutions

Sadaf Maqbool

The basic issue in our country regarding the fulfillment of energy requirements has always been a primary and persistent problem. We can see that the energy crisis halts the progress of our country. Whenever there has been a demand for mutual cooperation between two countries or any commercial agreements, the energy crisis has proved to be a barrier to the fulfillment of those projects. Likewise, due to the energy crisis in Pakistan, we have also noticed that the global standing of our country has fallen in digital marketing. Like other progressive countries, Pakistan is trying to put forward its efforts in the field of IT, but unfortunately, we have failed to prove ourselves as a well-developed and fully equipped country regarding technology. Due to the shortfall in electricity, our country has been lacking in competing with other countries.

Electricity, as a source of energy, is an essential input in the production process. It is impossible to achieve sustainable, high economic growth without a high-quality, uninterrupted power supply. Pakistan is a case study on the consequences of energy shortages, which have contributed to the country's sluggish GDP growth, industrial stagnation, slow employment generation, a large negative impact on the federal budget, and distress for everyday household customers. With Pakistan's urban population growing rapidly, the demand for electricity is increasing. At the same time, traditional fuel sources are being consumed less. However, the demand has far outpaced the supply, leading to frequent power outages, especially in rural areas.

It's crucial to address this issue and ensure a reliable and uninterrupted power supply for all areas. Weak governance, mismanagement in the energy sector, and inadequate investment in electricity generation capacity have resulted in a significant shortfall of 32% in electricity supply compared to demand. The difference between Pakistan's energy demand and supply is almost 3000 MW (undergoing an acute energy crisis) [1], which is tackled through a load shedding process with average outages of 6–12 hours a day. Hence, research is being carried out to look for the optimal model for choosing the ideal renewable energy generation sources in Pakistan. Over the past ten years, Pakistan has been undergoing the most severe energy crisis, and almost 145 million people do not have access to electricity, particularly in non-urban areas. Power outages last for 12–14 hours a day in some areas, and this is the primary cause of the decline in the country's economic growth [2,3].

It's crucial to address these issues and implement effective measures to bridge the gap and ensure a reliable and sufficient supply of electricity for the country. The ongoing reforms in the energy sector to privatize state-owned distribution companies are indeed happening, but at a slow pace. This slow progress has made it challenging to bridge the gap between electricity supply and demand and put an end to the ongoing blackouts. These blackouts continue to have negative consequences on Pakistan's economy, social sector, and overall stability. It's crucial to expedite the reforms and ensure a more stable and reliable electricity supply for the country's development. Climate change is a huge hazard for many developing economies, including Pakistan. A high proportion of Pakistanis perish because of the impact of climate change. For example, during the Kashmir earthquake in 2005, 80,000 people died, and around 100,000 people were critically injured.

Three million people lost their homes, and Pakistan's economy suffered a loss of 6.2 billion USD, making up 1.1% of the country's overall GDP [4].

Lately, the United States Government, along with the World Bank, has assisted the Government of Pakistan with regional solar energy and wind resource mapping research [5]. The solar energy mapping research [4], carried out by the US National Renewable Energy Laboratory (NREL) along with the German Aerospace Center Institute (DLR), measured that Pakistan's solar power capacity is around 1600 GW [6], with a few western regions of the country possessing capacity comparable to the world's maximum MENA region [7]. These studies have assessed around 65-70 well-kept weather terminals to ensure the veracity of findings from the regional basic frameworks [6]. Under these circumstances, hydrogen energy is the optimum choice to enhance the country's economy and decrease the energy dilemma, as Pakistan has adequate hydrogen energy resources to fulfill energy requirements in multiple sectors, including agriculture, transport, and electricity. Several studies [8] have proposed applications regarding renewable energy sources for hydrogen generation through technology and innovation. For instance, Wang et al. [9] stated that sustainable and natural energy sources, such as solar, biomass, wastages, geothermal energy, and wind energy, can be used for renewable hydrogen energy.

In light of the numerous advantages associated with RE-based hydrogen energy, including reduced environmental effects, affordable electricity production, and increased technical and societal benefits, policymakers find it challenging to choose the most suitable electricity sources among renewable energies (such as biomass, solar, wind, municipal solid waste, geothermal, and small hydro). In this context, Afghan et al. [10] devised a feasibility indexing performance-based variable model by considering the market, social, and economic aspects.

Investigational studies [11] have elaborated that electrolysis is a financially feasible and eco-friendly approach for the generation of renewable hydrogen and for the management of wind energy. This is in consideration of the long-term impact of the strategy for substituting a fossil fuel economy with a renewable economy to improve the potential

combination of national power production. The five factors involved in the investigation are CO2 emission, feedstock, operational and management costs, capital cost,

and production cost. Pakistan possesses substantial wind power energy sources and significant energy production capacity for hydrogen generation. It is noted that Pakistan has excellent wind speeds in some regions, which can be used for wind-based electricity power generation. Wind speeds are the best in the southern coastal regions, with an average of 5.6 m/s at 10 m mast height [4]. Solar energy is also a cheaper and cost-effective source of electricity.

In a nutshell, there are ways to generate cost-effective and eco-friendly energy, but the issue is to manage it with honest policies and diligence. Power crises are not insurmountable, but solutions require commitment and integrity from leaders.

References:

1. Iram, R., Anser, M. K., Awan, R. U., Ali, A., Abbas, Q., & Chaudhry, I. S. (2021). Prioritization of renewable solar energy to prevent energy insecurity: an integrated role. The Singapore Economic Review, 66(02), 391-412.

2. Anser, M. K., Mohsin, M., Abbas, Q., & Chaudhry, I. S. (2020). Assessing the integration of solar power projects: SWOT-based AHP–F-TOPSIS case study of Turkey. Environmental Science and Pollution Research, 27, 31737-31749.

3. Mohsin, M., Zhang, J., Saidur, R., Sun, H., & Sait, S. M. (2019). Economic assessment and ranking of wind power potential using fuzzy-TOPSIS approach. Environmental Science and Pollution Research, 26, 22494-22511.

4. Iqbal, W., Yumei, H., Abbas, Q., Hafeez, M., Mohsin, M., Fatima, A., ... & Sohail, N. (2019). Assessment of wind energy potential for the production of renewable hydrogen in Sindh Province of Pakistan. Processes, 7(4), 196.

5. Iram, R., Zhang, J., Erdogan, S., Abbas, Q., & Mohsin, M. (2020). Economics of energy and environmental efficiency: evidence from OECD countries. Environmental Science and Pollution Research, 27, 3858-3870.

6. Iqbal, W., Altalbe, A., Fatima, A., Ali, A., & Hou, Y. (2019). A DEA approach for assessing the energy, environmental and economic performance of top 20 industrial countries. Processes, 7(12), 902.

7. Sun, H. P., Tariq, G., Haris, M., & Mohsin, M. (2019). Evaluating the environmental effects of economic openness: evidence from SAARC countries. Environmental Science and Pollution Research, 26, 24542-24551.

8. Yumei, H., Iqbal, W., Nurunnabi, M., Abbas, M., Jingde, W., & Chaudhry, I. S. (2021). Nexus between corporate social responsibility and firm's perceived performance: evidence from SME sector of developing economies. Environmental Science and Pollution Research, 28, 2132-2145.

9. Mohsin, M., Abbas, Q., Zhang, J., Ikram, M., & Iqbal, N. (2019). Integrated effect of energy consumption, economic development, and population growth on CO 2 based environmental degradation: a case of transport sector. Environmental Science and Pollution Research, 26, 32824-32835.

10. Afgan, N. H., Veziroglu, A., & Carvalho, M. G. (2007). Multi-criteria evaluation of hydrogen system options. International Journal of Hydrogen Energy, 32(15), 3183-3193.

11. Chien, F., Kamran, H. W., Albashar, G., & Iqbal, W. (2021). Dynamic planning, conversion, and management strategy of different renewable energy sources: a sustainable solution for severe energy crises in emerging economies. International Journal of Hydrogen Energy, 46(11), 7745-7758.

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کانفرنس (2024) کی تصویری جھلکیاں

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM JUN-2024
LAHORE
Regd CPL No.45

کسی بھی دینی تحریک میں خواتین کی عملی جدوجہد کا کیا مقام ہوتا ہے، یہ جاننے کے لیے اتنا کافی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے دعوتِ اسلام کا آغاز کیا تو ان ﷺ کی سب سے پہلی ورکر، پہلی صحابیہ اور ان کے پیغام کو قبول کرنے والی پہلی ہستی ایک خاتون اُم المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا تھیں۔ آپ سب کو مُبارک ہو کہ آپ لوگ سیدہ خدیجہ کی پیروکار ہیں اور ان کی نمائندگان ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ